تاجدارِ ختمِ نبوت زندہ باد

ماہنامہ الحقیقہ پاکستان

مجلہ

اپریل 2021ء



فضائل رمضان المبارک

رمضان المبارک اور اس کی عبادتیں

رمضان المبارک کی تقریبات



رمضان المبارک اور تعمیرِ کردار

اسلام اور بنیادی انسانی حقوق

کتاب و سنت کو مضبوطی سے تھامنا

حضرت صوفی محمد مقبول علیہ الرحمہ

اداریہ

نسوانیت زن کا نگہبان ہے فقط مرد

کشفِ معانی المکتوبات امام ربانی

جراتوں اور شجاعتوں کا قافلہ رواں دواں

فہرست

نعت مبارک

کچھ ماہتاب سے نہ غرض آفتاب سے
چمکے گا دل تو عشق رسالتمآب سے
یہ عرض ہے حضور رسالتمآب سے
مولا مجھے بچا لو گناہ و عذاب سے
مانگ اس خدا سے جس کے کرم کی نہیں ہے حد
مانگ اس نبی سے جو نہیں دیتا حساب سے
ہر گز نبی کا شان میں چون و چرا نہ کر
بچ جائے گا لحد کے سوال و جواب سے
دل میں جلا کے شمع تو عشق رسول کی
چمکا دے بزم دہر کو اس آفتاب سے
دنیا کا ذرہ ذرہ کرے گا تجھے سلام
سرتابی کر نہ شاہ رسالتمآب سے
تارے جھکے ، صنم گرے اور بر ج ڈھے گئے
آئے حضور دہر میں کس آب و تاب سے
برکت سے ان کی نوع بشر کو ملی نجات
وہم و گمان و خواب و خیال و سراب سے
آؤ در نبی پہ اگر ہے تلاش حق
تم کو بھی دیکھ لینا جگا دیں گے خواب سے
کافی ہے مجھ کو نغمہ عشق رسول ہی
کیا کام مجھ کو زخمہ و چنگ و رباب سے
ان کا کرم دکھا دیا اس کو در رسول
آسی ملا تھا مرشد عالی جناب سے

حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

یونس-٦٢

ترجمہ: سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم

نسوانیتِ زن کا نگھبان ہے فقط مرد

اِک زندہ حقیقت مرے سینے میں ہے مستور — کیا سمجھے گا وہ جس کی رگوں میں ہے لہو سرد
نَے پردہ نہ تعلیم نئی ہو کہ پرانی — نسوانیتِ زن کا نگہبان ہے فقط مرد
جس قوم نے اس زندہ حقیقت کو نہ سمجھا — اس قوم کا خورشید بہت جلد ہوا زرد

یہ حقیقت سورج کی طرح روشن ہے کہ قوموں کی قسمت ماؤں کی آغوش میں پرورش پاتی ہے۔ جس سے صلاح الدین ایوبی اور طارق بن زیاد جیسے جانباز اٹھتے ہیں جو 'ہر مُلک مُلکِ ما است کہ مُلکِ خدائے ما است' کا نعرہ لگا کر تاریخِ عزیمت کو وجد میں لے آتے ہیں...... یہیں سے شیخ جیلانی اور مجدد الف ثانی علیہما الرحمہ جیسے عالی ہمت مردانِ پاکباز ابھرے ہیں، جن کی ہیبت شاہانِ وقت کے ایوانوں پر لرزہ طاری کر دیتی ہے...... یہیں سے امام حسین رضی اللہ عنہ جیسے فرزندِ ارجمند تربیت لے کر نکلے جو یزید اور یزیدیوں کے سامنے کوہِ استقامت بننا سکھا گئے...... اور ہاں! یہیں سے علم الدین شہید اور ممتاز قادری شہید جیسے جرأت مند ظاہر ہوئے جنہوں نے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت و عشق کی لازوال داستانیں رقم کیں...... المختصر! تاریخِ اسلام ان آبدار موتیوں سے بھری پڑی ہے جو ماؤں کی قدسی اساس گود سے پل کر اپنی ضیاء باریوں سے تاریخ کی تصویر کو روشن کیے ہوئے ہیں۔

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ — اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں
شرف سے بڑھ کر ثریا سے مشتِ خاک اس کی — کہ ہر شرف ہے اسی درج کا دُرِ مکنوں

لیکن یہ ان ماؤں کی بات ہے جو اسوۂ بتول رضی اللہ عنہا کی حامل تھیں...... جن کا اوڑھنا بچھونا قرآنی تعلیمات اور اطاعت و الفتِ رسول ﷺ تھا...... جن کی آہِ نیم شبی عرشِ بریں کو ہلا دیتی تھی...... جن کی دعائیں ربّ العٰلمین جل مجدہٗ کی رحمت سے درِ اجابت پر دستک دیتی تھیں...... اور جو طاغوتی نظام کی جڑیں اکھاڑنے والے فرزند جنم دیا کرتی تھیں۔ جبکہ آج ہماری قوم کو پستی کے گڑھے میں دھکیلنے والی بھی کچھ مائیں ہیں۔ وہ مائیں جو

مغربی فیشن کی اندھی تقلید کا شکار ہیں...... جو اپنے مذہب، اپنی تہذیب اور روایات سے بیگانہ ہو چکی ہیں...... جو عریانی و فحاشی، راگ و رنگ سے اپنے بچوں کی حفاظت کر سکیں اور نہ خود بچ سکیں...... نتیجہ یہ نکلا کہ ایسی نسلیں تیار ہو گئیں جو دین سے دور اور غیروں سے مسحور ہو گئیں...... موبائل اور ٹی وی کی خرافات نے جن کے اخلاق کا جنازہ نکال دیا...... پیسے کے عوض بکتی ادائیں...... حصولِ زر کے لیے عورت کے ارزاں نخرے...... یہ غیروں کے سامنے حسنِ بے حجاب...... یہ سب ابلیس کے بچھائے ہوئے جال ہیں...... جن میں قوم مرغِ ناداں کی طرح پھنس گئی۔ بقول اکبر الہ آبادی:

ترقی کی نئی راہیں جو زیرِ آسماں نکلیں　　　میاں مسجد سے نکلے اور حرم سے بیبیاں نکلیں

شیطان کا یہ پرانا حربہ ہے کہ اگر کسی قوم کا ستیاناس کرنا ہو تو اس کی عورت کو گمراہی کی راہوں پر ڈال دو۔ پھر یہ بگاڑ کینسر بن کر ساری قوم میں سرایت کر جائے گا۔ اسی حربے کے اثرات ہیں جو ہم اپنے محلوں، گلی بازاروں، منڈیوں، کارخانوں اور تجارتی ایوانوں میں دیکھ رہے ہیں۔ اور اسی شیطان کا 'کارنامہ' ہے جو 'عورت مارچ' اور 'آزادی' کے نام پر وطنِ عزیز کی بدترین، بدتہذیب اور بدقماش عورتوں کو 'اسلام' آباد اور لاہور میں اکٹھا کر دیا۔ اگر اس قسم کی Evil Practices کی روک تھام نہ کی گئی تو معاشرے پر اس کے اثرات ازحد بھیانک ہوں گے۔

تہذیبِ فرنگی ہے اگر مرگِ امومت　　　ہے حضرتِ انساں کے لیے اس کا ثمر موت
جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن　　　کہتے ہیں اس علم کو اربابِ ہنر موت
بیگانہ رہے دیں سے اگر مدرسۂ زن　　　ہے عشق و مستی کے لیے علم و ہنر موت

اگر ہم خودکشی کرنا نہیں چاہتے، بلکہ باوقار زندگی کے خواہاں ہیں تو ہمیں ہوش کے ناخن لینا ہوں گے۔ اور اپنی قوم کی ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کے قلوب و اذہان کو اسلام کے آبِ حیات سے دھونا ہوگا...... اسوۂ بتول سلام اللہ علیٰ ابیہا و علیہا کو ان کے نصابِ زندگی میں شامل کرنا ہوگا...... شرم و حیا کی چادریں اوڑھا کر زندگی کی شاہراہ پر چلانا ہوگا...... پھر جو نسل تیار ہوں گی، وہ اسلاف کے کردار کی حامل ہوگی اور اسلام کا عَلَم اٹھائے چہار دانگ عالم میں کامیابی کے جھنڈے گاڑے گی۔

مغرب نے عورت کو مادر پدر آزادی دینے کا تجربہ کیا، یہ تجربہ کیسا رہا، بے شمار شواہد میں سے فقط ایک ملاحظہ کیجیے۔ سوویت یونین کے آخری صدر 'میخائیل گورباچوف' نے ایک کتاب لکھی 'پروسٹرائیکا'۔ اس میں عورتوں کے بارے میں اک باب ہے 'Status of Women'۔ اس میں اس نے واضح لکھا:

> ہماری مغرب کی سوسائٹی میں عورت کو گھر سے باہر نکالا گیا اور اس کو گھر سے باہر نکالنے کے نتیجے میں بیشک ہم نے کچھ معاشی فوائد حاصل کیے اور پیداوار میں کچھ اضافہ ہوا، اس لیے کہ مرد بھی کام کر رہے ہیں اور عورتیں بھی کام کر رہی ہیں، لیکن پیداوار کے زیادہ ہونے کے باوجود اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارا فیملی سسٹم تباہ ہو گیا اور اس فیملی سسٹم کے تباہ ہونے کے نتیجے میں ہمیں جو نقصانات اٹھانا پڑے ہیں وہ نقصانات ان فوائد سے زیادہ ہیں جو پیداوار کے اضافے کے نتیجے میں ہمیں حاصل ہوئے۔ لہٰذا میں اپنے ملک میں 'پروسٹرائیکا' کے نام سے ایک تحریک شروع کر رہا ہوں۔ اس میں میرا ایک بہت بنیادی مقصد یہ ہے کہ وہ عورت جو گھر سے باہر نکل چکی ہے، اس کو واپس گھر میں کیسے لایا جائے؟ اس کے طریقے سوچنا پڑیں گے۔ ورنہ جس طرح ہمارا فیملی سسٹم تباہ ہو چکا ہے، اسی طرح ہماری پوری قوم تباہ ہو جائے گی۔

کتاب و سنت کو مضبوطی سے تھامنا

حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی قدس سرہ الہادی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆......(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ راوی) حضور پرنور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری ساری امت جنت میں جائے گی سوا منکر کے۔ پوچھا گیا ''منکر کون ہے؟'' فرمایا ''جس نے میری پیروی کی جنت میں داخل ہوگا جس نے نافرمانی کی منکر ہو گیا''۔ (بخاری شریف)

☆......(حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ راوی) سرکار دو عالم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالی کو تین آدمی سب سے زیادہ ناپسند ہیں۔(۱) حرم میں ملحد یعنی بدعقیدگی یا گناہ اختیار کرنے والا (۲) اسلام میں زمانہ جاہلیت کا طریقہ چاہنے والا۔(۳) مسلمان کے خون ناحق کا جویاں تاکہ اسے خون ریزی کرے (یعنی قتل کرنا تو ایک طرف، اس کی کوشش اور اس میں تعاون بھی سخت جرم ہے) (بخاری)

☆......(حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ راوی) حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں فرشتے حاضر ہوئے اور حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم آرام فرما رہے تھے۔ بعض فرشتوں نے کہا تمہارے ان صاحب کے بارے میں ایک کہاوت ہے، ان سے کہہ دو۔ بعض نے جواب دیا وہ سو رہے ہیں۔ کچھ بولے، صرف آنکھیں سو رہی ہیں قلب مبارک تو بیدار ہے۔ چنانچہ وہ کہنے لگے ان کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے گھر بنایا پھر اس میں دستر خوان رکھ کر لوگوں کو بلانے کے لئے ایک شخص مقرر کر دیا (اب) جو اس بلانے والے کی بات مان لے گا گھر میں داخل ہوگا اور دستر خوان سے کھانا کھائے گا اور جو اس بات کو قبول نہ کرے گا نہ گھر میں داخل ہوگا نہ دستر خوان سے کچھ کھا سکے گا۔ اس پر بعض بولے اس کا مطلب بھی عرض کر دو تاکہ خوب سمجھ لیں۔ بعض نے پھر کہا وہ سوئے ہوئے ہیں، اس نے جواب دیا صرف آنکھ سوئی ہے دل تو جاگتا ہے تو کہنے لگے گھر سے مراد جنت ہے اور بلانے والے ہیں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس نے ان کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے ان کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔(گویا) حضرت محمد صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم انسانوں میں وجہ امتیاز ہیں۔(بخاری شریف)

☆......(حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی) رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں میری اور جو کچھ اللہ نے مجھے دے کر بھیجا ہے اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے کسی قوم کے پاس آ کر کہا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے ایک لشکر دیکھا ہے اور میں کھلا ڈر سنانے والا ہوں کہتا بچو (ہر قیمت پر) بچو۔ چنانچہ اس کی قوم کے ایک ٹولے نے اس کی بات مان لی اور منہ اندھیرے اٹھ کر بروقت نکل گیا اور نجات پا گیا۔ دوسرے گروہ نے اسے جھٹلایا، اپنی جگہ رہا اور صبح ہوتے ہی لشکر اس پر ٹوٹ پڑا اور اسے ہلاک کر کے تہس نہس کر دیا۔ یہ ہے مثال اس کی جس نے میری طاعت کی اور میرے لائے ہوئے کی پیروی کی نیز اس کی جس نے میری نافرمانی کی اور میرے لائے ہوئے حق

کو جھٹلایا۔(بخاری و مسلم)

☆......(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی) حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی سو جب آگ اردگرد کو روشن کر چکی تو پتنگے اور دوسرے آگ میں گرنے والے اس میں گرنے لگے۔ وہ شخص انہیں روکنے لگا مگر جانور بے قابو ہو کر اس میں گرے جاتے ہیں۔ چنانچہ میں بھی تمہاری کمر پکڑ کر آگ سے بچاتا ہوں اور تم ہو کہ اس میں گرتے جا رہے ہو۔ (بخاری بعد مسلم)

☆......(ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راویہ) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، جو ایجاد کرے ہمارے دین میں وہ طریقہ جو اس (دین میں سے نہیں) مردود ہے۔(بخاری و مسلم)

☆......(حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اما بعد! یقیناً بہترین حدیث کتاب اللہ ہے اور بہترین طریقہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ ہے اور بدترین چیزیں دین میں نئی ایجاد ہونے والی ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے ۔(مسلم)۔نوٹ: نئی ایجاد ہونے والی باتوں سے مراد ایسے عقیدے ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد پیدا ہوئے جیسے قدریہ اور جبریہ کے عقائد یا ایسے اعمال جو کتاب وسنت سے ٹکراتے ہوں بدعت کو گمراہی کہنا بھی برے عقیدے کی طرف اشارہ ہے (کیونکہ کفر و ایمان اور گمراہی عقیدے ہی کی مختلف شکلیں ہیں)

☆......(حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بے شک مسلمانوں میں سب سے بڑا مجرم وہ ہے جس نے ایسی چیز کے بارے میں پوچھ گچھ کی جو تا حال حرام نہیں ہوئی تھی اب اس کے پوچھنے کی وجہ سے حرام کی گئی۔(بخاری و مسلم)

نوٹ: معلوم ہوا جب تک کسی چیز کی حرمت کا اعلان نہ کیا گیا، حلال رہی اور اب بھی کتاب وسنت میں جن چیزوں کو حرام نہیں فرمایا گیا وہ حلال ہیں حرام ہونے کے لیے دلیل کی ضرورت ہے حلال ہونے کی یہی دلیل کافی ہے کہ اس کے حرام ہونے کا ذکر نہیں کیا گیا۔

☆......(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا آخری زمانے میں کذاب (بہت جھوٹے) اور دجال (بہت بڑے فریبی) ہوں گے جو تمہارے پاس ایسی حدیثیں لائیں گے جنہیں تم نے اور نہ تمہارے باپ داداؤں نے سنا ہوگا، ان سے بچ کر رہنا کہیں تمہیں گمراہ نہ کردیں اور فتنے میں نہ ڈال دیں۔(مسلم شریف)

☆......(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی) حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کسی انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی بات کافی ہے کہ ہر سنی سنائی بات بیان کردے۔(مسلم)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ علی وآلہ وسلم نے فرمایا کیا اسلام غریبی (وکسمپرسی) سے شروع ہوا اور جیسا شروع ہوا تھا ویسے ہی پھر ہو جائے گا سو غرباء کو خوشخبری ہو۔(مسلم شریف)

☆......(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی) اہل کتاب مسلمانوں کے سامنے عبرانی زبان میں تورات پڑھ کر عربی میں ترجمہ کرتے

تھے تو حضور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "نہ اہل کتاب کو سچا کہو اور نہ جوٹا ہاں یوں کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف اتارا گیا"۔ (بخاری شریف)

☆...... (حضرت مقدام بن معد یکرب رضی اللہ تعالی عنہ راوی) رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے قرآن بھی دیا گیا اور اس کے ساتھ اس کا مثل بھی، خبردار قریب ہے کہ ایک پیٹ بھرا اپنی مسہری پر کہے صرف قرآن کو تھامو، اس میں جو حلال پاؤ اسے حلال جانو اور جو اس میں حرام پاؤ اسے حرام جانو۔ حالانکہ رسول اللہ کا حرام فرمایا ہوا ویسا ہی حرام ہے جیسے اللہ کا حرام فرمایا ہوا۔ (ابن ماجہ)

نوٹ: اس مضمون کی متعدد احادیث مختلف حوالوں سے مشکوۃ شریف میں موجود ہیں۔ ان سب میں عبداللہ چکڑالوی جو چکڑالہ ضلع میانوالی میں پیدا ہوا اور فرقہ اھل قرآن یعنی منکرین حدیث کا امام تھا، کا حلیہ بیان کیا گیا ہے۔

☆...... (حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالی عنہ راوی) رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہش میری لائی ہوئی چیز کے تابع نہ ہو جائے۔ (شرح السنہ)

☆...... (حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ راوی) حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھ سے پہلے اللہ نے کوئی ایسا (صاحب شریعت) نبی کسی امت میں نہ بھیجا جس کے لئے ایسے حواری اور صحابہ نہ ہوں جو اس کی سنت پر چلتے اور حکم کی تعمیل کرتے ہوں پھر ان کے بعد ایسے ناخلف ہوتے رہے جن کے قول و فعل میں تضاد تھا سو جس نے ان کے ساتھ ہاتھ سے جہاد کیا وہ بھی مومن ہے اور جس نے ان کے ساتھ اپنی زبان سے جہاد کیا وہ بھی مومن ہے اور جس نے ان کے ساتھ اپنے دل سے جہاد کیا (یعنی کم از کم جی میں ہی برا جانا اور ان کی پیروی سے بچا) وہ بھی مومن ہے اور ان (تینوں صورتوں) کے سوا رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہوسکتا۔ (مسلم شریف)

☆...... (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ راوی) حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جو ہدایت کی طرف بلائے اسے تمام پیروی کرنے والوں کے برابر ثواب ملے گا اور ان کے اپنے ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں آئے گی اور جو گمراہی کی طرف بلائے اسے تمام پیروی کرنے والوں کے برابر گناہ ہوگا اور ان کے اپنے گناہ میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

☆...... (وہی راوی) حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اسلام غریبی سے شروع ہوا اور جیسا شروع ہوا تھا ویسے ہی پھر ہو جائے گا غربا کو خوشخبری ہو۔ (مسلم شریف)

(نوٹ: اس کا ایک مفہوم یہ بیان کیا گیا ہے کہ پہلے پہل بھی اسلام کو تھوڑے لوگوں نے قبول کیا اور آخر میں بھی تھوڑے لوگ ہی اس سے وابستہ ہوں گے اگرچہ یہ تھوڑے لوگ بھی خدا کے فضل سے دوسرے زیادہ لوگوں پر غالب رہے اور رہیں گے ہوسکتا ہے فقیر و مسکین لوگوں کو تسلی دی گئی ہو کہ اپنی کسمپرسی سے پریشان نہ ہوں خدا کے دین کی ابتدا اور انتہا بھی ایسی ہی ہے۔ یہ کسمپرسی باطل ہونے کی علامت نہیں بلکہ خدا کے سچے دین کے ساتھ مشابہت پیدا کرنے والی چیز ہے۔

☆...... (وہی راوی) رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایمان مدینے کی طرف ایسا سمٹ آئے گا جیسے سانپ اپنے بل کی طرف

(غالباً دجال کے زمانے کی طرف اشارہ ہے)۔(بخاری ومسلم)

☆...... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے سامنے ایک خط کھینچا اور فرمایا یہ ہے اللہ کا راستہ اس کے دائیں بائیں لکیریں کھینچ کر فرمایا یہ مختلف راستے ہیں جن میں سے ہر ایک پر کوئی نہ کوئی شیطان ہے جو اس (راستے) کی طرف بلا رہا ہے پھر یہ آیت تلاوت فرمائی ان ھذا صراطی مستقیماً فاتبعوہ (یعنی بے شک میرا یہ راستہ ہے سو اس پر چلو)۔(احمد، نسائی، دارمی)

☆......(حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالی عنہ راوی) حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت پر بعینہ بنی اسرائیل جیسے حالات آئیں گے اور ان سے ایسی موافقت ہوگی جیسی جوتے کے دونوں پاؤں کی آپس میں حتیٰ کہ بنی اسرائیل میں سے کسی نے اپنی ماں سے بدکاری کی ہوگی تو اس امت میں بھی کوئی اس کا ارتکاب کرنے والا ہوگا۔ یقیناً اسرائیلی بہتر فرقوں میں بٹے ہوئے تھے میری امت تہتر فرقوں میں بٹے گی۔ سب دوزخی ہوں گے سوا ایک کے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے پوچھا یا رسول اللہ وہ (نجات پانے والا) کون سا گروہ ہے؟ فرمایا جو میرے اور میرے اصحاب کے راستے پر ہوگا (ترمذی شریف)

☆...... (ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ راوی) حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یقیناً اللہ تعالی میری امت کو یا فرمایا امت محمد کو گمراہی پر اکٹھا نہیں ہونے دے گا اللہ کا دست رحمت جماعت پر ہے اور جو الگ ہوا وہ الگ دوزخ میں ہی جائے گا۔(ترمذی شریف)

☆......(وہی راوی) حضور صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے فرمایا بڑے گروہ کی پیروی کرو کیونکہ جو الگ رہا وہ الگ دوزخ میں ہی جائے گا۔ (ابن ماجہ شریف)

☆......حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اے میرے بچے! اگر تم صبح و شام اس طرح گزار سکو کہ تمہارے دل میں کسی کی طرف سے کھوٹ نہ ہو تو (ضرور) گزارو پھر فرمایا یہ میری سنت ہے اور جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔(ترمذی شریف)

☆......(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی راوی) حضور صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے فرمایا جس نے میری امت کے بگڑتے وقت میری سنت کو تھاما اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

☆...... (حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ راوی) حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو پاک وحلال کھائے سنت پر عمل کرے اور لوگ اس کے فتنوں سے محفوظ رہیں وہ جنت میں جائے گا۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم آج کل تو بہت سے لوگ ایسے ہیں۔ فرمایا میرے (وصال کے) بعد والے زمانوں میں بھی ہوں گے۔(ترمذی شریف)

☆......(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ راوی) حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم ایسے زمانے میں ہو کہ جو احکام شریعت کے دسویں حصے پر عمل کرے گا ہلاک ہو جائے گا پھر وہ زمانہ آئے گا کہ جو احکام کے دسویں حصے پر عمل کرے گا نجات پا جائے گا۔(ترمذی)

☆...... (حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا شیطان آدمی کا بھیڑیا ہے جیسے بکریوں کا بھیڑیا الگ اور دور اور کنارے والی کو پکڑ لیتا ہے تم بھی گھاٹیوں سے بچو اور مسلمانوں کی جماعت اور عام لوگوں کے ساتھ رہو۔ (احمد)

☆...... حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو جماعت سے بالشت بھر دور ہوا اس نے اسلام کی رسی اپنی گردن سے اتار دی۔ (احمد، ابوداؤد)

☆...... (حضرت ابراہیم بن میسرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی بدعتی کی تعظیم کی اس نے اسلام کو ڈھانے پر (مخالفوں کی) مدد کی۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

☆...... (حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سیدھے راستے کی مثال قائم فرمائی اور اس راستے کے دونوں طرف دو دیواریں ہیں جن میں کھلے دروازے ہیں دروازے پر پردے لٹکے ہوئے ہیں راستے کے کنارے پر پکارنے والا کہہ رہا ہے کہ سیدھے چلے جاؤ ٹیڑھے مت ہونا۔ اس کے اوپر ایک اور پکارنے والا منادی بھی ہے جب کوئی بندہ ان میں سے کوئی دروازہ کھولنا چاہتا ہے یہ منادی کہتا ہے افسوس اسے مت کھول اگر کھولے گا تو اس میں گھس جائے گا پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تفسیر فرمائی کہ راستہ اسلام ہے کھلے دروازے اللہ کی حرام کی ہوئی چیزیں ہیں۔ لٹکے ہوئے پردے اللہ کی حدود ہیں۔ راستے کے کنارے پر پکارنے والا قرآن ہے اور اس کے اوپر والا اللہ کا واعظ ہے جو ہر مومن کے دل میں ہوتا ہے۔ (یعنی وہ فرشتہ جو مومن کے دل میں اچھے خیالات پیدا کرتا ہے) (زرین، احمد، بیہقی)

☆...... (حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں تورات کا نسخہ لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ تورات کا نسخہ ہے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے تو عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے پڑھنے لگے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ انور بدلنے لگا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے تجھے رونے والیاں روئیں کیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرہ انور کا حال نہیں دیکھتا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے کی طرف دیکھ کر بولے اللہ اور اس کے رسول کے غضب سے اللہ کی پناہ۔ ہم اللہ کے رب ہونے اسلام کے دین کامل ہونے اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہیں۔ اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اس کی قسم جس نے قبضے میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کی جان ہے آج اگر موسیٰ علیہ السلام تمہارے سامنے ہوں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرو گے تو سیدھے راستے سے بھٹک جاؤ گے۔ موسیٰ علیہ السلام اس دور میں ہوتے اور میری نبوت پاتے تو میری پیروی کرتے۔ (دارمی)

☆...... (حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرا کلام اللہ کے کلام کو منسوخ نہیں کرتا اللہ کا کلام میرے کو منسوخ کرسکتا ہے اور کلام اللہ کا بعض حصہ بھی بعض کو منسوخ کرتا ہے۔ (دار قطنی)

☆...... (حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ نے کچھ چیزیں فرض کیں انہیں ضائع نہ کرو کچھ چیزیں حرام کیں ان کی حرمت نہ توڑو، کچھ حدیں مقرر فرمائیں ان سے آگے نہ بڑھو کچھ چیزوں کے بارے میں بولے بغیر خاموشی اختیار فرمائی ان پر بحث نہ کرو۔ (دار قطنی)

رمضان المبارک اور تعمیر کردار

حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی قدس سرہ الہادی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایمان واخلاق: انسان کی عظمت کی اہم پہچان اس کا کردار ہے۔ کسی کو اچھا یا برا کہنے کا مطلب دراصل اس کے کردار کو اچھا برا کہنا ہوتا ہے۔ کردار میں عام طور پر کسی انسان کے معاملات واخلاق کا پہلو بہت اہم سمجھا جاتا ہے۔ جہاں تک عقائد کا تعلق ہے، دوسری قومیں کردار کے معاملے میں اسے بنیادی اہمیت نہیں دیتیں اور یوں عموماً ان کے نزدیک کردار کی اچھائی کے لیے کسی روحانی نظام کی بنیاد ضروری نہیں۔ اسلام دین حق ہے، یہ پورے انسان کو سنوارنا چاہتا ہے اور دو جہان میں اس کو کامیاب دیکھنا چاہتا ہے۔ اس کے ہاں سیرت و کردار کی تعمیر و اصلاح کسی کھوکھلے نظریے پر مبنی نہیں بلکہ اس کی بنیاد ایمانی و روحانی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دوسری قومیں جسے صرف "جرم" (اور ملکی قانون کی خلاف ورزی) سمجھتی ہیں۔ اہل اسلام کے نزدیک وہ "گناہ" بھی ہے اور اس پر صرف اس دنیا میں باز پرس نہیں بلکہ اگلے جہان میں خداوند قدیر خود حساب لے گا۔ کسی انسان کو دھوکہ دینا کسی کا حق مارنا، کسی کو قتل کرنا، دوسروں کے ہاں بھی جرائم ہیں مگر صرف قومی ومعاشرتی قسم کے، اس سے زیادہ ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ اسلام دنیوی سزاؤں کے علاوہ انہیں آخرت میں بھی قابل گرفت گردانتا ہے اور یونہی اس کی نظر میں اچھے اخلاق والا انسان اچھا شہری ہی نہیں، اچھا مومن بھی ہے۔ ایمان اگرچہ چند عقیدوں کا نام ہے مگر ان کا عملی اظہار انسان کی عبادات سے ہی نہیں اس کے اخلاق کردار اور معاملات سے بھی ہوتا ہے۔ خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بار بار اس حقیقت کو واضح فرمایا ہے مثلاً ایک حدیث پاک میں ہے

اکمل المومنین ایمانا احسنھم خلقا (ترمذی)

یعنی مومنوں میں زیادہ کامل ایمان والا وہ ہے جو ان میں زیادہ اچھے اخلاق والا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحم کے بارے میں فرمایا:

ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء

ترجمہ: تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان کا مالک خدا تم پر رحم فرمائے گا

دوسرے الفاظ میں اچھے اخلاق سے جو محروم ہے، گویا ایمان کے نور سے خالی ہے اور رحم کرنے کا فائدہ معاشرت کے حوالے سے بیان نہیں فرمایا گیا۔ بلکہ اسے رحمت خدا حاصل کرنے کا ذریعہ ٹھہرایا گیا۔ دوسری قومیں اچھے اعمال واخلاق پر جو زور دیتی ہیں، اس کا بدلہ دنیا ہی سے تعلق رکھتا ہے مثلاً شہرت وعزت، کاروباری ترقی وغیرہ وغیرہ مگر یہاں اچھے اخلاق کا اصل مقصد خالق حقیقی کی رضا ہے اور جس طرح عبادات کا مقصود بھی معبود کو راضی کرنا ہوتا ہے، اخلاق کا بھی یہی مقصود ہے۔ گویا یہاں جو شخص سچ بولتا ہے، عدل وانصاف قائم کرتا ہے، مخلوق خدا کی خدمت کرتا ہے، انسانوں کے دکھ درد کو دور کرتا ہے محتاجوں کی حاجتیں پوری کرتا ہے۔ ایسا شخص گویا خدا کی عبادت کر رہا ہے اور جب وہ خدا کی عبادت کرتا ہے تو اس کی جزا اسے خدا سے ملنی چاہیے، دنیا سے ہرگز توقع نہیں رکھنی چاہیے۔ اگر مخلوق کی خدمت کر کے مخلوق سے

صلے کی تمنا اور توقع رکھتا ہے تو یہ عبادت نہیں۔

اخلاص اور روزہ: خدا اور آخرت پر یقین رکھنے والے بلند نظر ہوتے ہیں، وہ ناپائیدار دنیا کو نہ راضی کرنا چاہتے ہیں اور نہ اس سے کچھ بدلہ لینا چاہتے ہیں۔ دکھاوا جسے سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے خفیہ شرک قرار دیا ہے، اس سے ہر قیمت پر بچتے ہیں اور اسی طرز فکر کا نام اخلاص ہے۔

رمضان اسی اخلاص کی تربیت کرتا ہے یہ نفس کے جالوں سے نکال کر انسان کو روحانیت کی بلندیوں تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔ نماز، حج اور دوسری عبادات میں کچھ کرنا ہوتا ہے اور روزے میں کچھ چھوڑنا، کرنے سے اظہار ہو جاتا ہے مگر چھوڑنے سے کیا اظہار ہوگا لہٰذا روزہ اخلاص کے ساتھ خصوصی تعلق رکھتا ہے اسی لیے حدیث قدسی میں روزے کے بارے میں رب فرماتا ہے

الصوم لی و انا اجزی به (بخاری و مسلم شریف)

ترجمہ: روزہ خاص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا خصوصی بدلہ دیتا ہوں۔

اس کی تفصیل ان الفاظ سے پہلے یوں بیان فرمائی گئی ہے بنی آدم کے نیک عمل کا بدلہ دس گنا سے سات سو گنا تک دیا جاتا ہے (یعنی جتنا اخلاص، اتنی گنا جزا) مگر روزہ سراسر اخلاص ہے لہٰذا اس کی جزا ان قاعدوں، ضابطوں اور پیمانوں سے بالاتر ہے اور بے حساب و بے شمار۔ بعض محدثین کے نزدیک اجزی کی بجائے اجزیٰ ہے یعنی میں خود اس کا بدلہ بن جاتا ہوں۔ گویا روزہ دار اخلاص کے ساتھ میرے جمال کا خواہش مند ہے اور میں بھی اسے وصال سے محروم نہیں رکھتا، چنانچہ اسی حدیث پاک میں ہے:

للصائم فرحتان ، فرحته عند فطره و فرحته عند لقاء ربه

ترجمہ: روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں ایک افطار کے وقت اور دوسری دیدار خدا کے وقت ہوگی۔

ایک حدیث پاک سے ظاہر ہے کہ جنت کے آٹھ دروازوں میں سے ایک دروازہ روزہ داروں کے لئے مخصوص ہے اور اس کا نام الریان ہے (یعنی سبزی و شادابی کا دروازہ) یہ سارے انعامات اخلاص کی بنا پر ہی ہیں۔

رمضان کی عبادات: روزہ کے علاوہ بھی رمضان المبارک میں چند خصوصی عبادات اور ہیں یا یوں سمجھیں چند عبادات کا رمضان پاک کے ساتھ خصوصی تعلق ہے مثلاً تلاوت قرآن، قیام اللیل (تراویح) اعتکاف، شب قدر کا قیام۔ صدقہ فطر، تلاوت قرآن کے لئے خاص مہینہ رمضان اس لیے ہے کہ اسی میں نازل ہوا۔

شهر رمضان الذی انزل فیه القران۔ (البقرہ)

ترجمہ: رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا۔

قرآن کی تلاوت نماز کے اندر بھی ہوگی اور باہر بھی مگر نماز کے اندر قرآن کو زیادہ پڑھنے کے لیے صرف معمول کی نماز پر اکتفا نہیں کی گئی بلکہ اس میں ہر رات بیس تراویح کا مزید اہتمام کیا گیا۔ حدیث سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے:

جعل الله صیامه فریضة و قیام لیله تطوعا

یعنی خود اللہ نے اس میں دن کو روزہ رکھنا فرض ٹھہرایا ہے اور اس کی راتوں کا قیام غیر فرض عبادت۔ (تراویح سنت مؤکدہ ہے۔)

اس 'صیام' و 'قیام' کا فائدہ کیا ہے، ایک دوسری حدیث پاک میں ہے کہ قیامت کے دن روزہ اور قرآن دونوں بندے کی شفاعت

کریں گے۔ روزہ عرض کرے گا، میں نے اس کو کھانے اور خواہشات نفس سے روکے رکھا اور قرآن کہے گا میں نے اسے بیداری سے دوچار کیا لہٰذا خدا تعالیٰ کی رحمت جوش میں آجائے گی، چنانچہ دونوں کی شفاعت قبول کر لی جائے گی۔ (بیہقی)

اعتکاف رمضان بیسویں روزے میں عصر سے شروع ہو کر شوال کا چاند نظر آنے تک رہتا ہے۔ اعتکاف ہے کیا؟ سب سے کٹ کر خدا سے لو لگانے کی مسنون و مخصوص مشق ہے کسی نے خوب فرمایا

چوں نشینی بر در کوئے کسے — عاقبت بینی تو ہم روئے کسے

یعنی جب تو کسی کے دروازے پر جا کر (دھرنا مار کر) بیٹھ جائے گا تو آخر کار صاحب خانہ کو ضرور دیکھ لے گا۔

اعتکاف میں خدا کو دیکھنے کی بات تو نہیں کہی جا سکتی کیونکہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا ظاہری آنکھوں سے قیامت سے پہلے کوئی بھی خدا کا دیدار نہیں کر سکتا، تاہم جوں جوں دل غیر سے پاک وصاف ہوگا خدا کے انوار و تجلیات کا مشاہدہ بڑھتا جائے گا اور آخرت میں محبوب حقیقی کا جو دیدار بے کیف ہوگا۔ اس کا بھی راستہ صاف ہوتا جائے گا۔

یوں ہی شب قدر میں عبادت کا ایک خاص مقام ہے، خداوند کریم نے خود اسے نزول قرآن کی رات فرمایا ہے، اسے ہزار مہینوں پر فضیلت بخشی ہے یعنی ہزار مہینوں کی عبادت ایک طرف اور اس رات کی عبادت ایک طرف نہیں بلکہ یہ اس سے زیادہ اجر و ثواب والی ہے۔

ثواب کی بنیادیں: یہ سب عبادات ایک سے ایک خاص، ایک سے ایک بڑی، مگر سب کا ثواب منحصر ہے دو باتوں پر اور وہ ہیں ایمان اور احتساب (یعنی خلوص) دیکھئے حدیث پاک:

من صام رمضان ایمانا و احتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه و من قام رمضان ایمانا و احتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه و من قام لیلة القدر ایماناً احتسابا غفر له ماتقدم من ذنبه

ترجمہ: جس نے رمضان کے روزے رکھے ایمان و اخلاص کے ساتھ اس کے گذشتہ گناہ بخش دیئے گئے۔ جس نے رمضان میں تراویح پڑھیں ایمان و اخلاص کے ساتھ اس کے گذشتہ گناہ بخش دیے گئے۔ جس نے شب قدر میں قیام کیا (یعنی رات بھر جاگ کر عبادت کی) ایمان و اخلاص کے ساتھ اس کے گذشتہ گناہ بخش دیئے گئے۔

حدیث کی شرح میں حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ روزوں کی برکت سے گناہ صغیرہ معاف ہو جاتے ہیں تراویح کی برکت سے گناہ کبیرہ ہلکے پڑ جاتے ہیں اور شب قدر کی برکت سے درجے بڑھ جاتے ہیں۔ (مراۃ)

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان عبادات کا اجر عظیم بیان فرماتے ہوئے بار بار ایمان و اخلاص پر کیوں زور دے رہے ہیں، اس لئے کہ ان کے بغیر عبادت عبادت ہی نہیں ہوتی خصوصاً ماہ رمضان میں جو دراصل اخلاص کی تربیت کا خاص مہینہ ہے اگر اخلاص کا اہتمام نہ ہو تو روح رمضان سے اس سے بڑی بغاوت کیا ہو سکتی ہے۔

حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد عالی پر غور کیجیے، نگاہ نبوت میں ایسے لوگ بھی ہیں جو روزہ رکھتے ہیں، تراویح پڑھتے ہیں، شب قدر جاگ کر مساجد میں گزار دیتے ہیں مگر اخلاص سے پھر بھی خالی ہوتے ہیں۔ یہ بیچارے ہماری نگاہ میں عابد ہے مگر خدا کے رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ان کی محرومی کا ذکر فرما رہے ہیں۔ اخلاص تو اخلاص اس ارشاد نبوی کی روشنی میں بعض روزہ دار، بعض نماز گذار اور بعض شب بیدار ایمان سے بھی خالی ہوتے ہیں۔ ہاں ہاں یہ فرقہ واریت پھیلانے والے مولوی کا فتویٰ نہیں، اس حبیب

کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا فیصلہ ہے جس کے شاہد وشہید ہونے کی گواہی خود قرآن مجید دے رہا ہے۔ مولانا روم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

در نظر بودش قارات العباد زیں سبب نامش خدا شاہد نہاد

(حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تمام بندوں کے دینی، دنیوی، علمی، روحانی واخروی مقامات سے واقف ہیں، اسی لئے خدا تعالیٰ نے آپ کا نام شاہد یعنی ہر چیز کا مشاہدہ فرمانے والا رکھا ہے)

حضور نبی علم وعرفان صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ایک معجزہ ہے 'جامع کلمات' یعنی مختصر الفاظ میں زیادہ سے زیادہ مضمون بیان کر دینا انہی مبارک الفاظ پر مزید غور کیجئے کیا کیا پہلوان میں سمو دیئے گئے ہیں مثلاً ایک یہ کہ اپنی امت کو گویا تنبیہہ فرمانا چاہتے ہیں کہ بعض لوگ ایمان کے بغیر ہی عبادت کرتے ہیں ان سے ہوشیار رہو اور خود تم جو عمل کرو اس میں اخلاص کو ملحوظ رکھو۔

ایمان عقیدے کی درستی کا نام ہے اور اخلاص نیت کی درستی۔ جن کا عقیدہ ہی درست نہیں وہ تو ہر خیر سے محروم ہیں لہٰذا اچھی طرح پہلے اپنے عقیدے کا جائزہ لیجئے۔ اس میں کمزوری ہے تو اولین اسی کو دور کرنے کی طرف توجہ دیجئے۔ عموماً ہم میں صلح کلی کا مرض بڑھ رہا ہے یعنی سب ٹھیک ہیں، سب مسلمان ہیں، ہم کسی کو بھی برا نہیں کہتے وغیرہ وغیرہ اور پھر سب کے پیچھے نماز پڑھنا فراخدلی، روشن خیالی اور اتحاد پسندی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ اسی روشن خیالی کی بنا پر اپنی نمازیں ضائع کر لیتے ہیں۔ اپنے دل میں جسے بہت بڑی نیکی خیال کرتے ہیں، دراصل وہ بہت بڑا دھوکا ہے، خدا کو اگر اپنے ساتھ ساتھ شرک پسند نہیں کہ کوئی اس کے علاوہ کسی اور کو بھی معبود مانے تو یہ بھی پسند نہیں کہ اس کے محبوب اعظم، رسول اعظم اور مظہر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کسی کا رویہ گستاخانہ و بے ادبانہ ہو یقیناً یہ کفر اعظم ہے۔ بہر حال کئی لوگ ایسے اماموں کے پیچھے نماز پڑھ کر نمازی تو بن جاتے ہیں مگر یہ خیال نہیں کرتے کہ ہمارا یہ امام، سارے نبیوں کے امام حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا باغی تو نہیں۔ چنانچہ اس کی محبت میں پھنس گئے اور آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت سے نکل گئے۔ نماز سے تو ایمان نکھرنا چاہئے مگر یہ نماز ایمان ہی کو لے ڈوبی۔ اسی حقیقت کو واضح فرمانے کے لئے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا کیا کرتے تھے:

اللھم انا نعوذ بک من صلوۃ لا تنفع۔ (ابوداؤد)

ترجمہ: اے میرے اللہ ہم اس نماز سے تیری پناہ مانگتے ہیں جس کا نفع نہیں۔

ایمان کی اصلاح اور تہذیب وتکمیل کے بعد دوسری چیز جو آج کی تحریر کا اصل عنوان ہے، وہ ہے اخلاص یعنی نیت کی درستی۔ ظاہر ہے اس کا تعلق نیک اعمال کے ساتھ ہی ہو سکتا ہے برے کاموں سے نہیں۔ مثلاً یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ اخلاص سے نماز پڑھو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اخلاص سے شراب پیو۔ برے کام کا اخلاص سے کیا واسطہ۔ گویا اخلاص کا حکم دینے کا مقصد ہی یہی ہے کہ اعمال بھی نیک ہوں اور ان کی تہہ میں نیت بھی خدا کی رضا کی ہو۔

روحانی ریفریشر کورس: رمضان مقدس جیسا کہ ابتداء میں کہا گیا اخلاص کی تربیت کے لیے روحانی ریفریشر کورس کا درجہ رکھتا ہے تو مراد کیا ہوئی، یعنی اس مہینے میں زیادہ سے زیادہ عبادت وتلاوت کرو، زیادہ سے زیادہ صدقات وخیرات کا اہتمام کرو، زیادہ سے زیادہ ضبط نفس سے آراستہ ہو جاؤ، زیادہ سے زیادہ خدمت خلق اور اسلامی اخوت وانسانی ہمدردی اپناؤ اور ان سب میں ایک ہی مقصود پیش نظر رکھو کہ ہمارا خدا ہم سے راضی ہو جائے۔

چنانچہ حدیث پاک میں نیکی کی تمام قسموں کی ترغیب دی گئی ہے۔اس لئے فرمایا گیا کہ رمضان کے شروع ہوتے ہی ایک منادی اعلان کرتا ہے

یا باغی الخیر اقبل ویا باغی الشر اقصر (ترمذی، ابن ماجہ احمد)

ترجمہ: اے نیکی کے آرزومند آگے بڑھ (کہ گویا رمضان تیرے لئے اجر وثواب کا وسیع میدان ہے) اور اے بدی کے طالب تو رک جا (یعنی تجھے اب تو شرم آنی چاہیے)

خیر مطلق ہے یعنی ہر قسم کی اچھائی اور یہاں شر بھی مطلق ہے یعنی ہر قسم کی برائی جیسے بعض مقامات پر نیکی کرنے کی جزائی گنا بڑھ جاتی ہے اور برائی کی سزا بھی کئی گنا ایسے ہی بعض اوقات میں نیکی کا ثواب بھی کئی گنا اور برائی کی نحوست بھی بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

رمضان المبارک میں مثلاً ایک نفل کا ثواب ایک فرض کے برابر اور ایک فرض کا ثواب ستر فرضوں کے برابر (جیسے حدیث سلمان فارسی رضی اللہ تعالی عنہ سے واضح ہے) اب اگر کوئی شخص رمضان المبارک میں ایک فرض ادا نہ کر سکا تو گویا دوسرے مہینوں کے ستر فرضوں سے محروم رہ گیا۔

خیرات کے بارے میں بھی ایسی ہی صورت حال ہے۔ یوں تو ہر مہینے میں بلکہ ہمیشہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی رحمت عامہ کا ظہور ہوتا تھا مگر ماہ رمضان مین کئی گنا زیادہ۔ حدیث پاک میں ہے:

عن ابن عباس قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم اذا دخل شهر رمضان اطلق کل اسیر و اعطی کل سائل۔ (مشکوۃ شریف)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ جب ماہ رمضان آتا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم ہر قیدی کو چھوڑ دیتے تھے اور ہر منگتے کو عطا فرماتے تھے۔

رمضان مبارک کی تعریف میں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطبہ حضرت حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے، اس میں اس کا ایک نام شہر المواسات (یعنی ہمدردی وغمخواری کا مہینہ) بھی ارشاد فرمایا گیا ہے۔ صدقہ فطر اہل نصاب پر اسی لئے واجب کیا گیا ہے کہ یتیموں، غریبوں، بیواؤں اور دیگر محتاجوں کی خدمت واعانت کا جذبہ پروان چڑھے۔ سوچئے روزہ نفس پر کتنا بھاری ہوتا ہے۔ صبح صادق سے پہلے اٹھنا سحری کھانا حرام بلکہ بعض حلال ومباح چیزوں سے بھی پرہیز، دن بھوک و پیاس برداشت کرنا، یہ سب کچھ پورا مہینہ اور پھر یہ تنبیہ کہ صدقہ فطر جب تک ادا نہ کیا جائے روزہ زمین وآسمان کے درمیان ہی میں لٹکا رہتا ہے، بارگاہ قبول تک نہیں پہنچتا۔ یہ ہے اسلام میں عبادات اور معاملات کا باہمی تعلق۔ روزے کے فضائل وفوائد جو گنتی میں نہیں آتے، سب ضائع سمجھو اگر تمہیں اپنی قوم کے غریبوں مسکینوں کا خیال نہیں۔ کیا دنیا میں کوئی اور نظام بھی ایسا ہے جس میں غموں کی ماری اور زخموں سے سسکتی انسانیت کی خدمت کی تلقین اس انداز واہتمام سے کی گئی ہو۔ یہ بات روزے تک ہی محدود نہیں، مسلمان ہونے کے ناطے سے دوسرے مسلمانوں خصوصا بیکسوں کی حاجت برآوری ضروری ہے اور وہ بھی ان پر احسان دھرا کر نہیں، احسان دھرانے سے ثواب ہی ضائع ہو جائے۔

یا ایها الذین امنوا لا یطلوا صدقتکم بالمن والاذی (البقرہ۔۲۶۴)

ترجمہ: اے ایمان والو اپنے صدقے احسان جتا کر اور ستا کر ضائع نہ کرو۔

بلکہ یہ سمجھو کہ تم ان کی خدمت کر کے ان کا حق ادا کر رہے ہو، تمہارا ان پر کوئی احسان نہیں کیونکہ قرآن پاک کے مطابق قیامت کے دن متقین کی تعریف میں یہ بھی کہا گیا جائے گا

و فی اموالهم حق للسائل والمحروم (الزریت۔۱۹)

ترجمہ: اور ان کے مالوں میں سائلوں اور محروموں کا حق تھا۔

مسلمان مسلمان کے کام آئے بلکہ ساری انسانیت کو نفع پہنچائے۔

یہ ہے وہ تصور جو کتاب وسنت کے ہر گوشے میں اجاگر ہو رہا ہے، چنانچہ کہیں فرمایا

المسلم اخو المسلم ترجمہ: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ (بخاری و مسلم)

کہیں فرمایا:

الانسان اخو الانسان ترجمہ: انسان انسان کا بھائی ہے۔ (طبرانی شریف)

اور کہیں فرمایا:

خیر الناس من ینفع الناس ترجمہ: بہترین انسان وہ ہے جو انسانوں کو نفع پہنچائے۔

اور کہیں ارشاد ہوا:

الخلق عیال الله ترجمہ: مخلوق گویا (مجاز کے طور پر) خدا کا کنبہ ہے۔ (حالانکہ خدا کنبے سے ہی پاک ہے)

یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ انسان کو جس سے پیار ہو، اس سے اہل بیتصل نہیں او سے بھی پیار ہوتا ہے، تو اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو اور وہ کنبے سے پاک ہے تو اس کی مخلوق کو اس کے کنبے کے قائم مقام سمجھ کر اس کی خدمت میں جت جاؤ۔

یہ ہے اسلامی تعلیمات کا وہ مختصر سا خاکہ جسے روضے کے ذریعے مسلمان کے کردار کا حصہ بنانے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اگر ایک روزہ دار ظلم سے باز نہیں آتا، حرص و ہوس سے ہاتھ نہیں اٹھاتا، خلق خدا کی خدمت کی ضرورت سے سرشار نہیں ہوتا، برے اخلاق سے توبہ نہیں کرتا، قلب و زبان کو بلکہ اپنی ہر توانائی کو رضائے حق اور رضائے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے وقف نہیں کرتا، تو جان لے کہ بھوک پیاس برداشت کر کے بھی وہ روزہ دار نہیں اور رات جاگ کر بھی اس کا مقدر نہیں جاگا چنانچہ حدیث پاک میں ہے:

کم من صائم لیس له من صیامه الا لظماء و کم من قائم لیس له من قیامه الا السهر۔ (دارمی)

ترجمہ: بہت سے روزہ دار ہیں جنہیں روزوں سے پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں، بہت سے (رات کو) قیام کرنے والے ایسے ہیں جنہیں اس قیام سے بے خوابی کے سوا کچھ بھی میسر نہیں آتا۔

اور فرمایا

من لم یدع قول الزور والعمل به فلیس لله حاجته ان یدع طعامه و شرابه (بخاری شریف)

ترجمہ جو جھوٹی باتیں اور برے کام نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا پینا چھوڑ دینے کی کوئی پرواہ نہیں۔

خدا اپنے حبیب پاک سرور لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہمارے مرشدان لاثانی علیہما الرحمۃ کے طفیل سچا مسلمان، سچا نمازی اور سچا روزہ دار بنائے۔ آمین ثم آمین

فضائل رمضان المبارک

علامہ ممنون حسین آسوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

روزہ دین کا ایک اہم رکن ہے یہ فضل خداوندی کا خزانہ ہے اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنے فضل وکرم سے سرفراز فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اسی میں ہے کہ وہ اس کا عبادت گزار اور اطاعت شعار بندہ بنے۔ روزہ گویا اللہ اور اس کے بندے کی ملاقات کا دروازہ ہے کیونکہ اس میں رب تعالیٰ خود فرماتا ہے یعنی روزہ میرے لئے اور اس کی جزا بھی میں ہی دوں گا۔ جس کی جزا رب کائنات عطا فرمائے اس کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ روزہ صرف عبادت ہی نہیں اس میں دنیاوی اور جسمانی بھی کئی حکمتیں ہیں جو صرف روزہ دار کو ہی حاصل ہوتی ہیں۔ اسی لئے مسلمانوں پہ روزہ فرض کیا گیا اس کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے بے شمار ارشادات ہیں جن میں روزہ کے فضائل بیان ہوئے ہیں۔ روزے کی فضیلت کے متعلق چند ایک ارشاد عالیہ نذر قارئین ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لو یعلم العباد فی رمضان لتمننا امتی ان تکون السنۃ کلھا رمضان. (بیہقی)

ترجمہ: اگر اللہ کے بندے رمضان کی فضیلت جان لیں تو میری تمام امت سارا سال روزہ رکھنے کی خواہش مند ہوتی۔

رمضان کی برکات:

عن عبادہ بن الصامت ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و الہ وسلم قال یوما وحضرنا رمضان اتاکم رمضان شھر برکۃ یغشاکم اللہ فیہ فینزل الرحمۃ و یحط الخطایا و یستجیب فیہ الدعاء ینظر اللہ تعالیٰ الیٰ تنافسکم فیہ و یباھی بکم ملائکتہ فاروا اللہ من انفسکم خیرا فان الشقی من حرم فیہ رحمۃ اللہ عزوجل (طبرانی)

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے رمضان کے قریب ارشاد فرمایا کہ رمضان کا مہینہ آ گیا ہے جو بڑی برکت والا ہے حق تعالیٰ اس میں تمہاری طرف متوجہ ہوتا ہے اور اپنی خاص رحمت نازل فرماتا ہے خطاؤں کو معاف فرماتا ہے دعاؤں کو قبول کرتا ہے تمہارے تنافس کو دیکھتا ہے اور ملائکہ سے فخر کرتا ہے پس اپنی نیکی اللہ تعالیٰ کو دکھاؤ وہ شخص بدنصیب ہے جو اس مہینہ میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم رہ جائے۔

ماہ رمضان میں آسمان کے دروازوں کا کھل جانا:

عن ابی ھریرہ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و الہ وسلم اذا جاء رمضان فتحت ابواب الرحمۃ و غلقت ابواب جھنم و سلسلت الشیاطین۔ (نسائی شریف)

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جب ماہ رمضان شروع ہوتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین زنجیروں میں جکڑ دیئے جاتے ہیں۔

ماہ رمضان میں دوزخ کے دروازے بند ہوجاتے ہیں:

عن ابی ھریرۃقال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اذا کان اول لیلۃ من شھر رمضان صفدت الشیاطین و مردۃ الجن و غلقت ابواب النار فلم یفتح منھا باب و فتحت ابواب الجنۃ فلم یغلق منھا باب و ینادی منادیا باغی الخیر اقبل و یا باغی الشر اقصر وللہ عتقاء من النار و ذالک کل لیلۃ

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جب رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو شیاطین اور سرکش جنات کو قید کر دیا جاتا ہے اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور کوئی دروازہ نہیں کھولا جاتا البتہ جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس کا کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور ایک منادی ندا کرتا ہے بھلائی کو طلب کرنے والے آگے بڑھ اور برائی کو طلب کرنے والے ٹھہر جاؤ اور ہر رات اللہ تعالیٰ دوزخ سے لوگوں کو آزاد فرماتا ہے۔

روزہ دار کی دعا کا قبول ہونا:

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ان اللہ تبارک و تعالیٰ عتقاء فی کل یوم و لیلۃ یعنی فی رمضان وان لکل مسلم فی کل یوم و لیلۃ دعوۃ مستجابۃ(بزار)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رمضان المبارک کی ہر شب و روز میں اللہ تعالیٰ کے یہاں سے دوزخ کے قیدی چھوڑ دیئے جاتے ہیں اور ہر مسلمان کے لئے شب و روز میں ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔

رمضان المبارک میں مسلمانوں کے لئے پانچ خصوصی انعام:

عن ابی ھریرۃرضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اعطیت امتی خمس خصال فی رمضان لم تعطھن امۃ قبلھم خلوف فم الصائم اطیب عند اللہ من ریح المسلک وتستغفر لھم الحیتان حتیٰ یفطروا و یزین اللہ عز وجل کل یوم جنۃ ثم یقول یوشک عبادی الصالحون ان یلقوا عنھم المونۃ و یصیروا الیک و تصفد فیہ مردۃ الشیاطین فلا یخلصوا فیہ الی ما کانوا یخلصون الیہ فی غیرہ و یغفر لھم فی اخر لیلہ قیل یا رسول اللہ اھی لیلۃ القدر قال لا ولکن العامل انما یوفی اجرہ اذا قضی عملہ. (بیھقی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے نقل کیا کہ میری امت کو رمضان شریف کے بارے میں پانچ چیزیں خصوصی طور پر دی گئی ہیں جو پہلی امتوں کو نہیں ملی تھیں (۱) یہ کہ ان کے منہ کی بدبو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔(۲) یہ کہ ان کے لئے دریا کی مچھلیاں تک دعا کرتی ہیں اور افطار کے وقت تک کرتی رہتی ہیں۔(۳) جنت ہر روز ان کے لئے آراستہ کی جاتی ہے پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قریب ہے کہ میرے بندے دنیا کی مشقتیں اپنے اوپر سے پھینک کر میری طرف آئیں۔(۴) اس میں سرکش شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں کہ وہ رمضان میں ان برائیوں کی طرف نہیں پہنچ سکتے جن کی طرف غیر رمضان میں پہنچ سکتے ہیں۔(۵) رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کے لئے مغفرت کی جاتی ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یہ شب مغفرت شب قدر ہے فرمایا نہیں بلکہ یہ دستور ہے کہ مزدور کو کام ختم ہونے کے وقت مزدوری دی جاتی ہے۔

رمضان المبارک میں روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں:

عن ابی طالب عن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه واله وسلم قال ان الله تبارک وتعالیٰ یقول الصوم لی وانا اجزی به وللصائم فرحتان حین یفطرو حین یلقی ربه والذی نفسی بیده لخلوف فم الصائم اطیب عند الله من ریح المسک. (نسائی شریف)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ روزہ ایسی عبادت ہے جو صرف میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا اور روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں ایک خوشی جس وقت وہ روزہ کھولتا ہے اور اسے دوسری خوشی اس وقت ہوگی جب وہ اپنے پروردگار سے ملے گا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے روزہ دار کے منہ کی خوشبو اللہ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

بدن کی زکوٰۃ روزہ ہے:

عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه واله وسلم لکل شی زکوٰة و زکوٰة الجسد الصوم و زاد محرز فی حدیثه و قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه واله وسلم الصیام نصف الصبر۔ (ابن ماجہ شریف)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر چیز کی زکوٰۃ ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے اور محرز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی حدیث میں اتنا اضافہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روزہ آدھا صبر ہے۔

رمضان المبارک میں شیطانوں کا جکڑا جاتا:

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه واله وسلم اذا دخل شهر رمضان فتحت ابواب السماء و غلقت ابواب جهنم و سلسلت الشیاطین. (بخاری شریف)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب ماہ رمضان آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو زنجیروں سے باندھ دیا جاتا ہے۔

روزہ اور قرآن شفاعت ہیں:

و عن عبد الله بن عمرو ان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه واله وسلم قال الصیام و القرآن یشفعان للعبد یقول الصیام ای رب انی منعته الطعام والشهوات بالنهار مشفعتی فیه و یقول القرآن منعته النوم باللیل فشفعنی فیه فیشفعان (بیهقی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روزہ اور قرآن بندے کی شفاعت کریں گے روزہ کہے گا خداوند میں نے اس کو دن میں کھانے اور خواہشات کی تکمیل سے روکے رکھا لہٰذا اس کے

حق میں میری شفاعت کو قبول فرما قرآن پاک کہے گا میں نے اس کو رات میں سونے سے روکے رکھا اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما لہٰذا ان دونوں کی شفاعت کو قبول کیا جائے گا۔

ثواب کی نیت سے روزہ رکھنا:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم من صام رمضان ایمان و احتساباً غفرلہ ما تقدم من ذنبہ و من قام رمضان ایمانا و احتسابا غفرلہ ما تقدم من ذنبہ و من قام لیلۃ القدر ایمانا و احتسابا غفرلہ ما تقدم من ذنبہ۔(بخاری ومسلم شریف)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایمان کے ساتھ ثواب کی امید سے روزہ رکھے گا تو اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور جو ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے رمضان کی راتوں میں قیام یعنی عبادت کرے گا تو اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور جو ایمان اور ثواب حاصل کرنے کی غرض سے شب قدر میں قیام کرے گا اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

عظمت اور برکت والا مہینہ:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے شعبان کے آخر میں ہمیں وعظ فرمایا: اے لوگو! تمہارے پاس عظمت والا برکت والا مہینہ آیا وہ مہینہ جس میں ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کئے اور اس کی رات میں قیام کرنا (نماز پڑھنا) تطوع یعنی نفل قرار دیا ہے جو اس میں نیکی کا کوئی کام یعنی نفل عبادت کرے تو ایسا ہے جیسے اور مہینے میں فرض ادا کیا اور جس نے ایک فرض ادا کیا تو ایسا ہے جیسے اور مہینوں میں ستر فرض ادا کیے یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے اور یہ غم خواری کا مہینہ ہے اور اس مہینہ میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے جو اس میں روزہ دار کو افطار کرائے اس کے گناہوں کے لئے مغفرت ہے اور اس کی گردن دوزخ سے آزاد کر دی جائے گی اور اس میں افطار کرانے والے کو ویسا ہی ثواب ملے گا جیسا روزہ رکھنے والے کو ملے گا بغیر اس کے کہ اس کے ثواب میں کچھ کمی واقع ہو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہم میں سے ہر شخص وہ چیز نہیں پاتا جس سے روزہ افطار کرائے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی دے گا جو ایک گھونٹ دودھ یا ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی سے افطار کرائے اور جس نے روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض سے سیراب کرے گا کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو جائے گا یہ وہ مہینہ ہے کہ اس کا ابتدائی حصہ رحمت ہے اور اس کا درمیانی حصہ مغفرت ہے اور اس کا آخری حصہ جہنم سے آزادی ہے اور جو اپنے غلام پر اس مہینہ میں تخفیف کرے یعنی کام لینے میں کمی کر دے تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا اور جہنم سے آزاد فرمائے گا۔ (بیہقی)

رمضان المبارک اور اس کی عبادتیں

......﴿حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی قدس سرہ العزیز﴾......

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۔ روزہ: تعریف: شریعت میں روز کے معنی ہیں اللہ کی عبادت کی نیت سے صبح صادق سے لے کر سورج ڈوبنے تک کھانے پینے اور جماع سے رکے رہنا۔ نماز کی طرح ہر بالغ و عاقل مسلمان پر پورے ماہ رمضان کے دنوں کے روزے فرض عین ہیں۔ انکی فرضیت کا منکر کافر اور بلا عذر چھوڑنے والا سخت گنہگار ہے جو بچے روزہ رکھ سکتے ہیں ان کو رکھایا جائے اور قوی و مضبوط لڑکے لڑکیوں کو مار کر رکھایا جائے (مارنے سے مراد ایک دو تھپڑ ہیں، لاٹھی ڈنڈا مارنا نہیں، ردالمختار) روزے کیلئے عورت کا حیض ونفاس سے پاک ہونا شرط ہے ہاں پاک ہونے کے بعد ان دنوں کے روزے قضا کر کے رکھے

﴿چند فضائل﴾

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا!

۱۔ جنت کے آٹھ دروازے ہیں جن میں سے ایک کا نام الریان (تروتازگی و سیرابی والا دروازہ) ہے اس میں صرف روزہ دار داخل ہوں گے (بخاری و مسلم)

۲۔ جس نے ایمان واخلاص سے رمضان کے روزے رکھے اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے گئے (بخاری و مسلم)

۳۔ انسان کی ساری نیکیاں دس گنا سے ساتھ سو گنا تک بڑھائی جائیں گی، رب فرماتا ہے سوا روزے کے کہ روزہ تو میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا ثواب دوں گا، (یا میں خود اس کا ثواب ہوں) روزہ دار میرے لئے اپنی شہوت اور کھانا چھوڑتا ہے اس کیلئے دو خوشیاں ہیں۔ ایک خوشی اسے افطار کے وقت ہوتی ہے، دوسری اپنے رب سے ملتے وقت ہوگی۔ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے ہاں مشک کی خوشبو سے بہتر ہے اور روزے ڈھال ہیں۔ (بخاری و مسلم)

نیت: نیت دل کے ارادے کا نام ہے، البتہ زبان سے کہہ لینا بہتر ہے۔ اگر رات کے وقت نیت کی تو یوں کہے، نیت کی میں نے اللہ کیلئے، اس رمضان کا فرض روزہ کل رکھوں گا، دن کے وقت نیت کی تو کہے، نیت کی میں نے اللہ تعالیٰ کیلئے آج کا فرض روزہ رکھوں گا۔ (اس تصور سے کہ صبح صادق سے روزہ دار ہوں) چاہیے یہ کہ زوال کے وقت سے پہلے پہلے نیت کر لے ورنہ روزہ نہ ہوا۔

﴿روزہ توڑنے والے کام﴾

۱۔ کھانے پینے یا جماع کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے جبکہ روزہ دار ہونا یاد ہو ورنہ نہیں۔

۲۔ حقہ، سگریٹ، بیڑی وغیرہ پینے سے اور پان تمباکو کھانے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

۳۔ شکر، چینی، گڑ وغیرہ ایسی چیزیں ہیں جو منہ میں رکھنے سے گھل جاتی ہیں، منہ میں رکھیں اور تھوک نگل لیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔

۴۔ دانتوں میں کوئی چیز چنے برابر یا اس سے زیادہ تھی، اسے کھا گیا، یا کم ہی تھی، مگر منہ سے نکال کر پھر کھائی تو روزہ جاتا رہا

۵۔ دانتوں سے خون نکل کر حلق سے نیچے اترا اور مزا محسوس ہوا تو روزہ گیا۔ ایک دو بوند آنسو منہ میں چلا گیا تو حرج نہیں، اگر زیادہ چلا گیا اور مزہ حلق میں محسوس ہوا تو روزہ نہ رہا یہی پسینے کا حکم ہے۔

۶۔ حقنہ لیا یا نتھنوں میں دوا چڑھائی یا کان میں تیل ڈالا یا خود چلا گیا تو روزہ ٹوٹ گیا، مگر پانی کان میں چلا گیا یا ڈالا گیا تو روزہ نہیں ٹوٹا۔

۷۔ منہ میں رنگین ڈورا رکھا، جس سے تھوک رنگین ہو گیا اور تھوک نگل لیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔

۸۔ قصداً منہ بھر کے قے آئی (اور قے میں کھانا آئے یا صفرا یا خون) اور روزہ دار ہونا یاد ہے تو روزہ ٹوٹ گیا، اگر قے میں صرف بلغم ہو تو روزہ نہیں ٹوٹا۔

۹۔ مبالغے کے ساتھ طہارت کی یہاں تک کہ پانی حقنہ رکھنے کی جگہ تک پہنچ گیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔ اتنا مبالغہ سخت بیماری کا سبب بھی بن سکتا ہے

﴿درج ذیل صورتوں میں صرف قضا لازم ہے﴾

۱۔ گمان یہ تھا کہ صبح صادق شروع نہیں ہوئی۔ اس لئے کھایا پیا یا جماع کیا، اور بعد کو یہ خیال غلط ثابت ہوا یا یہ گمان کر کے کہ سورج ڈوب چکا ہے، افطار کر لیا، حالانکہ ڈوبا نہیں تھا۔ روزہ ٹوٹ گیا مگر صرف قضا رکھے،

۲۔ بھول کر کھایا پیا وغیرہ اور گمان کیا کہ روزہ ٹوٹ گیا اور اب قصداً کھایا پیا وغیرہ تو صرف قضا ہے۔

۳۔ کان میں تیل ٹپکایا یا پیٹ یا دماغ کی جھلی تک زخم تھا۔ اس میں دوا ڈالی جو پیٹ یا دماغ تک پہنچ گئی یا حقنہ لیا یا ناک سے دوا چڑھائی یا پتھر، کنکری، مٹی، روئی، کاغذ، گھاس وغیرہ ایسی چیز کھائی جس سے لوگ گھن کرتے ہیں تو صرف قضا لازم ہے۔

۴۔ صبح کو نیت نہیں تھی اور زوال سے پہلے کر لی۔ مگر پھر کچھ کھا لیا تو صرف قضا کرے۔

۵۔ حلق میں مینہ کی بوند یا اولا چلا گیا یا بہت سے آنسو یا پسینہ نگل لیا تو صرف قضا ضروری ہے۔

روزہ توڑنے کی وہ صورتیں جن میں قضا کے ساتھ کفارہ بھی لازم ہے: رمضان کا روزہ قصداً توڑنے سے کفارہ بھی لازم ہو جاتا ہے۔ یعنی ایک لونڈی یا غلام آزاد کرنا (جو آج کل ناممکن ہے) ورنہ لگاتار ساٹھ روزے رکھنا، اور یہ بھی نہ ہو سکے تو ساٹھ مسکینوں کو پیٹ بھر دونوں وقت کھانا کھلانا

کفارہ درج ذیل صورتوں میں لازم ہو جاتا ہے۔

۱۔ رمضان کے مہینے میں رمضان کا روزہ ادا کرنے کی نیت سے روزہ رکھا ہو

۲۔ روزہ دار مقیم ہو (شرعی مسافر نہ ہو)

۳۔ عاقل و بالغ ہو۔

۴۔ رات ہی سے رمضان کے روزے کی نیت کی ہو۔

۵۔ روزہ توڑنے کے بعد کوئی ایسی بات اپنی اختیار سے نہ پائی گئی جس سے روزہ چھوڑنے کی اجازت ہو مثلاً حیض و نفاس یا شدید بیماری۔

مندرجہ ذیل چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا:

۱۔ بھول کر کھایا، پیا یا جماع کیا تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

۲۔ مکھی یا دھواں یا گرد حلق میں جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ لیکن اگر قصداً مکھی نگلی یا خود دھواں پہنچایا (مثلاً دھونی، اگربتی، لوبان وغیرہ سلگائی اور منہ

قریب کرکے دھوئیں کو ناک سے کھینچا) تو روزہ ٹوٹ گیا۔

۳۔ بھری سینگی لگوائی یا تیل یا سرمہ لگایا تو روزہ نہ ٹوٹا اگرچہ تیل یا سرمے کا مزہ حلق میں محسوس ہو یا تھوک میں اس کا رنگ دکھائی دے۔

۴۔ بات کرتے وقت تھوک سے ہونٹ تر ہو گئے اور اسے پی گیا یا کھنگھار منہ میں آیا اور کھا گیا، روزہ نہ ٹوٹا تاہم ایسی باتوں سے احتیاط چاہئے۔

۵۔ دانت سے خون نکل کر حلق تک پہنچا مگر نیچے نہ اترا یا بھولے سے کھانا کھا رہا تھا، یاد آتے ہی فوراً نوالہ تھوک دیا تو روزہ نہ گیا (اور نگل لیا تو جاتا رہا) یونہی سحری کھاتے کھاتے صبح صادق ہوگئی۔ اسی وقت نوالہ اگل دیا تو روزہ نہ ٹوٹا ورنہ ٹوٹ گیا۔

۶۔ تل یا تل کے برابر کوئی چیز چبائی اور وہ تھوک کے ساتھ حلق میں اتر گئی تو روزہ نہ گیا۔ مگر مزا حلق میں محسوس ہوا تو جاتا رہا۔

۷۔ دوا کوٹی یا آٹا چھانا اور اس کا مزا حلق میں محسوس ہوا تو بھی روزہ نہیں ٹوٹا۔

۸۔ کان میں پانی چلا گیا تو روزہ نہ ٹوٹا۔

۹۔ احتلام سے روزہ نہیں ٹوٹتا، غسل فرض ہو، مگر سارا دن نہ نہائے تو بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(اگرچہ یہ سخت گناہ ہے اور فرض نماز چھوڑنا حرام اور روزے کی حالت میں اشد حرام ہے)

روزے میں یہ کام مکروہ ہیں:

۱۔ جھوٹ، چغلی، غیبت، گالی دینا، بیہودہ بکنا، کسی کو ناجائز تکلیف دینا ویسے بھی ناجائز و حرام ہیں، مگر روزہ میں اور زیادہ حرام اور ان کی وجہ سے روزہ بھی مکروہ ہو جاتا ہے۔

۲۔ روزہ دار کو بلا عذر کسی چیز کا چکھنا یا چبانا مکروہ ہے۔ عذر یہ ہے کہ شوہر یا آقا بد مزاج ہے، نمک کم و بیش ہوگا تو اسی کی ناراضی کا باعث ہو تو اس وجہ سے چکھنے سے کوئی حرج نہیں (یاد رہے چکھنے سے مراد تھوڑا سا کھا لینا نہیں بلکہ زبان پر رکھ کر مزا پہنچانا اور پھر تھوک دینا ہے۔ اگر خدانخواستہ حلق میں چلا گیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔ چبانے کے لئے عذر یہ ہے کہ اتنا چھوٹا بچہ ہے جو روٹی نہیں کھا سکتا اور کوئی ایسی نرم غذا بھی نہیں جو اسے کھلائی جا سکے اور نہ کوئی بے روزہ ہے جو اسے چبا کر دے سکے تو اس صورت میں بچے کو کھلانے کے لئے روٹی وغیرہ چبانا مکروہ نہیں۔

۳۔ روزہ دار کے لئے کلی کرنے اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے یعنی کلی میں منہ بھر پانی نہ لے، ہاں مسواک کرنا مکروہ نہیں، بلکہ عام دنوں کی طرح روزے میں بھی سنت ہے۔

۴۔ منہ میں تھوک اکٹھا کرکے نگل جانا اچھا نہیں اور روزے میں تو یہ مکروہ ہے۔

۵۔ گلاب یا مشک (کستوری) وغیرہ سونگھنا، ڈاڑھی مونچھ میں تیل لگانا اور سرمہ مکروہ نہیں، لیکن اگر زینت کے لئے سرمہ لگایا یا مٹھی بھر داڑھی سے زیادہ بڑھانے کیلئے تیل لگایا تو یوں بھی مکروہ مگر روزے میں زیادہ (مکروہ)

جن جن حالتوں میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے:

۱۔ سفر، حمل، بچے کو دودھ پلانا، بیماری اور بڑھاپا، ہلاک ہونے کا ڈر، اکراہ شرعی، جنون اور جہاد، یہ سب روزہ نہ رکھنے کے عذر ہیں۔ ان عذروں کی وجہ سے روزہ نہ رکھنا گناہ نہیں۔ مگر بعد میں قضا ضروری ہے۔ سفر سے شرعی سفر (یعنی کم از کم تین دن کی راہ جو ۵۷ 1/2 میل ہے) مراد ہے۔

۲۔حمل والی یا دودھ پلانے والی کو اگر اپنی یا بچے کی جان کا ڈر ہو تو اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھے۔
۳۔مریض کو بیماری بڑھانے، یا دیر سے اچھا ہونے یا تندرست کو بیمار ہو جانے کا گمان غالب ہو تو اس دن روزہ نہ رکھیں۔یاد رہے کہ گمان غالب کی تین صورتیں ہیں۔(الف) اس کی ظاہرہ نشانی پائی جاتی ہو۔ (ب) یا اپنا تجربہ ہو۔ (ج) کسی ماہر اور متقی طبیب نے اسے خبر دی ہو،
۴۔بھوک یا پیاس ایسی ہو کہ ہلاک یا پاگل ہو جانے کا صحیح ڈر ہو۔
۵۔سانپ نے کاٹا یا ویسے ہی جان کا خطرہ ہو تو روزہ توڑ دیں۔
۶۔شیخ فانی یعنی وہ بوڑھا جو عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے اب روز بروز کمزور ہی ہوگا تو اسے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے، ہاں ہر روزے کے بدلے فدیہ یعنی دونوں وقت ایک مسکین کو پیٹ بھر کھانا کھلانا اس پر واجب ہے۔اگر فدیہ ادا کرنے کے بعد روزہ رکھنے کی طاقت دوبارہ آ گئی تو روزہ رکھنا واجب ہے اور یہ فدیہ صدقہ نفل ہو گیا۔
۷۔کسی کے بدلے کوئی دوسرا نہ روزہ رکھ سکتا ہے نہ نماز پڑھ سکتا ہے۔البتہ اپنے روزے نماز وغیرہ کا ثواب دوسرے کو پہنچا سکتا ہے۔(عالمگیری وغیرہ)

﴿سحری وافطار﴾

فضائل : حضورﷺ نے فرمایا
۱۔سحری کھاؤ کہ سحری کھانے میں برکت ہے، ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں (ایک) فرق سحری کا لقمہ ہے۔(بخاری و مسلم)
۲۔اللہ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر درود بھیجتے ہیں (امام احمد)
۳۔افطار میں جلدی اور سحری میں دیر کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔(طبرانی اوسط)
مسائل: ۱۔سحری کھانا اور اس میں دیر کرنا سنت ہے مگر اتنی دیر کرنا مکروہ کہ صبح صادق شروع ہونے کا شک پیدا ہو نیز افطار میں جلدی کرنا سنت ہے جبکہ سورج ڈوب جانے کا اطمینان ہو
۲۔حضورﷺ نے فرمایا، جب کوئی روزہ افطار کرے تو کھجور یا چھوہارے سے کرے کہ وہ برکت ہے اور اگر نہ ملے تو پانی سے کہ وہ پاک کرنے والا ہے اور حضورﷺ افطار کے وقت یہ دعا پڑھتے۔ **اللھم لک صمت علی رزقک افطر ت.**
(اے اللہ تیرے لئے میں نے روزہ رکھا اور تیرے رزق پہ کھولا)

ب۔نماز تراویح:

تعریف: تراویح بیس رکعت کی وہ نماز ہے جو سنت موکدہ ہے اور صرف رمضان شریف میں پڑھی جاتی ہے اس کا وقت عشاء کے فرض پڑھنے کے بعد سے صبح صادق کے شروع ہونے تک ہے۔
فضیلت: حضور رسول اللہﷺ فرماتے ہیں' جو رمضان میں ایمان و اخلاص کے ساتھ قیام کرے، اس کے گزشتہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔
مسائل: تراویح میں جماعت سنت کفایہ ہے کہ اگر مسجد کے سب لوگوں نے چھوڑ دی تو سب گنہگار اور اگر کسی ایک نے گھر میں پڑھ لی تو گنہگار نہیں

۲۔ تراویح عورتوں کے لئے بھی سنت موکدہ ہے۔

۳۔ تراویح کی نماز دو دو کر کے دس سلاموں سے پڑھی جائے اور ہر چار رکعت کے بعد اتنی دیر بیٹھنا جتنی دیر میں چار رکعت پڑھی ہیں۔ مستحب ہے اور آرام کے لئے بیٹھنے کو ترویحہ کہا جاتا ہے۔ نماز کے بعد پانچواں ترویحہ بھی مستحب ہے۔ ہاں لوگوں پر یہ گراں ہو تو نہ بیٹھیں۔

۴۔ ترویح میں درود شریف یا یہ تسبیح پڑھی جاتی ہے۔

سبحان ذی الملک والملکوت سبحان ذی العزة والعظمة و الهیبة والقدرة والکبر یآ ء والجبر وت سبحان الملک الحیی الذی لا ینا م ولا یموت سبوح قد س ربنا ورب الملئکة و الروح اللهم اجر نا من النا ر یا مجیر یا مجیر یا مجیر ط

۵۔ جس نے عشاء کے فرض نہیں پڑھے وہ نہ تراویح پڑھ سکتا ہے نہ وتر، جب تک فرض ادا نہ کرے۔

۶۔ جس نے عشاء کے فرض تنہا پڑھے اور تراویح جماعت سے تو وتر تنہا پڑھے اور اگر فرض با جماعت پڑھے مگر تراویح تنہا تو وتر با جماعت پڑھ سکتا ہے۔

۷۔ جس کی کچھ تراویح باقی تھیں کہ امام وتر کے لئے کھڑا ہو گیا تو جماعت کے ساتھ شامل ہو جائے (بشرطیکہ فرض با جماعت پڑھے ہوں) اور یہ افضل ہے باقی تراویح وتر کے بعد پڑھ لے لیکن اگر تراویح پوری کر کے وتر تنہا پڑھ لے تو یوں بھی جائز ہے۔

۸۔ تراویح مسجد میں جماعت سے پڑھنا افضل ہے۔ گھر میں جماعت کر لی تو ہو گئی، مگر مسجد کے ثواب سے محروم رہا۔

۹۔ مہینہ بھر کی تراویح میں ایک بار قرآن مجید ختم کرنا سنت موکدہ ہے دو مرتبہ فضیلت، اور تین بار افضل ہے۔

۱۰۔ نابالغ کے پیچھے نہ فرض نہ وتر جائز ہیں نہ سنت موکدہ

۱۱۔ اجرت طے کر کے تراویح پڑھنا پڑھانا جائز نہیں بلکہ یہ امید بھی نہیں ہونی چاہئے کہ کچھ ملے گا۔ ہاں لوگ اپنے طور پر امام کی خدمت کریں تو جائز ہے

۱۲۔ بعض امام اتنی تیزی سے قرآن پاک پڑھتے ہیں کہ صرف یعلمون تعلمون کا پتہ لگتا ہے۔ اتنی تیزی جائز نہیں۔

۱۳۔ روزہ اور تراویح لازم و ملزوم نہیں کہ ایک رہ جائے تو دوسرا بھی ادا نہ کریں خدانخواستہ کسی کا روزہ رہ جائے تو بھی تراویح میں شامل ہو۔ یونہی اس کے برعکس تراویح نہ پڑھ سکا تو بھی روزہ رکھے۔

ج۔ اعتکاف:

تعریف: اعتکاف کے شرعی معنی ہیں۔ مسجد میں ذکر الٰہی کی نیت سے ٹھہرنا، ٹھہرنے والے کو معتکف کہتے ہیں۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔

ا۔ واجب: اعتکاف کی منت مانی ہو تو اس کا پورا کرنا واجب ہے روزہ اس کے لئے بھی شرط ہے۔

۲۔ سنت موکدہ: رمضان پاک میں جو اعتکاف کیا جاتا ہے۔ سنت موکدہ (کفایہ) ہے۔ معتکف کو بیسویں روزے سورج غروب ہونے سے پہلے مسجد میں پہنچ جانا چاہئے اور پھر عید کا چاند ہو جائے تو نکلنا چاہئے۔ کفایہ ہونے کی وجہ سے کسی ایک نے بھی کر لیا تو محلے یا شہر والے بری ورنہ سب گنہگار، روزہ اس کیلئے بھی شرط ہے مگر وہی رمضان کا کافی ہے

۳۔ مستحب:۔ اعتکاف تھوڑی دیر کیلئے بھی ہوسکتا ہے۔ جب بھی مسجد میں جائیں یوں کہہ لیں۔ میں نے خدا کے واسطے اعتکاف مستحب کی نیت کی، جب چلا آئے گا۔ اعتکاف ختم ہوجائے گا۔

مسائل:

ا۔ مرد کے اعتکاف کے لئے مسجد ضروری ہے اور عورت اپنے گھر میں اس جگہ کرے جو اس نے نماز کیلئے مقرر کی ہے۔

۲۔ معتکف کے لئے مسجد سے بغیر عذر نکلنا جائز نہیں یونہی عورت بھی اعتکاف کی جگہ سے نہ نکلے، مسجد سے نکلنے کے دو عذر ہیں۔

الف) طبعی جیسے پاخانہ، پیشاب۔ استنجا، طہارت، غسل فرض اور وضو (جبکہ غسل و وضو کی جگہ مسجد میں نہ بنی ہو)

ب) شرعی جیسے نماز جمعہ کے لئے جانا نماز جمعہ کے لئے جائے تو اس وقت جب چار رکعتیں پڑھ کر خطبے میں شامل ہوسکے۔ اعتکاف ایسی مسجد میں بیٹھنا چاہئے، جہاں کم از کم پنجوقتہ نماز کی جماعت ضرور ہوتی ہو، ورنہ معتکف جماعت کے وقت دوسری مسجد میں جماعت میں شامل ہونے کے لئے جاسکتا ہے۔ معتکف کو مسجد میں کھانا پینا چاہئے مگر اس کو آلودہ نہ کرے، (معتکف کے سوا کسی اور کو مسجد میں کھانا پینا اور سونا جائز نہیں، کوئی مجبور ہو تو ذکر الٰہی کے لئے اعتکاف کی نیت کرے اور ذکر الٰہی کے بعد سوئے)

۳۔ اگر کوئی گھر سے کھانا لانے والا نہ ہو تو مغرب کے بعد گھر تک جانا جائز ہے۔ بہتر یہ ہے کہ کھانا گھر سے لاکر مسجد میں کھائے۔

۴۔ معتکف چپ رہے نہ بات کرے بلکہ تلاوت قرآن حکیم، قرآن حدیث شریف اور کثرت درود شریف میں مشغول رہے، علم دین پڑھے پڑھائے، محبوبان خدا کے حالات پڑھے پڑھائے، محبوبان خدا کے حالات پڑھے یا دینی کتابیں لکھے۔

د۔ قیام شب قدر: رمضان شریف کے آخری عشرے کی طاق راتوں (یعنی ۲۱ویں، ۲۳ویں، ۲۵ویں، ۲۷ویں، ۲۹ویں) میں ایک رات ایسی عظیم الشان ہے جو قرآن حکیم کی رو سے ہزار مہینوں سے بھی افضل ہے، اسی رات قرآن پاک لوح محفوظ سے پہلے آسمان پر نازل ہوا، جب بھی یہ رات آتی ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام فرشتوں کے ساتھ اترتے ہیں اور بیہقی کی روایت کے مطابق ہر قیام وقعود کرنے والے عابد کو دعائیں دیتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے، جو شب قدر میں ایمان واخلاص کے ساتھ قیام کرے، اس کے گزشتہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ (بخاری شریف)

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی، یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) اگر میں شب قدر کو جان لوں تو اس رات کیا پڑھوں فرمایا، یہ عرض کرو۔

اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی (الٰہی تو معاف فرمانے والا ہے، عفو ودرگزر کو پسند فرماتا ہے، مجھے بھی معاف فرما)

بزرگان دین سے اور بھی وظائف منقول ہیں، بہر حال مقصود یہ ہے کہ اس رات کی قدر کرے، اور ذوق وشوق کے ساتھ ذکر وفکر میں محو رہے۔ رہ گیا یہ کہ اصل رات کونسی ہے تو اکثر صحابہ وتابعین اور بزرگان دین کے نزدیک رمضان کی ستائیسویں رات شب قدر ہے۔

بہتر یہ ہے کہ مذکورہ پانچوں راتیں جاگ کر عبادت میں گزاریں۔ حضرت ابوالحسن رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب سے بالغ ہوا ہوں میں ہمیشہ شب قدر پائی ہے میرا تجربہ ہے کہ "اگر رمضان المبارک کی پہلی تاریخ اتوار یا بدھ کو آئے تو شب قدر انتیسویں رات ہوگی۔

// // بدھ // اکیسویں //

// // جمعہ یا منگل // ستائیسویں //

// // جمعرات // پچیسویں //

// // ہفتہ // ستائیسویں //

اللہ ارحم الراحمین ہے، اس کی رحمت سے دور نہیں کہ ان راتوں کو عبادت کرنے سے ہر رات کو ثواب شب قدر کے برابر پائے۔

ہ۔ صدقہ فطر اور عید الفطر:

صدقہ فطر: حضور اکرم رسول مکرم ﷺ نے فرمایا "بندے کا روزہ آسمان و زمین کے درمیان رکا رہتا ہے۔ جب تک صدقہ فطر ادا نہ کرے (دیلمی)

مسائل:

۱۔ صدقہ فطر واجب ہے سنت یہ ہے کہ نماز عید سے پہلے ادا کردے مگر نہ کر سکا تو بعد میں ادا کردے۔

۲۔ عید کے دن صبح صادق کے شروع ہوتے ہی واجب ہو جاتا ہے اس سے پہلے جو فوت ہوا اور اس کے بعد جو پیدا ہوا دونوں پر نہیں۔

۳۔ مالک نصاب پر اس کی اپنی اور چھوٹے بچے کی طرف سے صدقہ فطر واجب ہے، بشرطیکہ بچہ نصاب کا مالک نہ ہو اور اس کے مال سے دیا جائے)

۴۔ باپ نہ ہو تو دادا اپنے یتیم پوتے پوتیوں کی طرف سے صدقہ ادا کرے۔

۵۔ صدقہ فطر کی مقدار گیہوں، اس کا آٹا یا ستو نصف صاع اور کھجور، منقی یا جو یا اس کا آٹا یا ستو ایک صاع (گیہوں اور جو دینے سے ان کا آٹا افضل ہے اور اس سے بھی افضل ان کی قیمت دینا ہے مگر مہنگائی کی دنوں میں قیمت کی بجائے خود یہ چیزیں دینا افضل ہیں) صاع کی مقدار کیا ہے، مختلف تحقیقات ہیں۔ تاہم اعلیٰحضرت بریلوی قدس سرہ' کی تحقیق کے مطابق صاع ۴ سیر ۴/۱ ۲ تک کا ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے گیہوں صدقہ فطر قریباً سوا دو سیر فی کس بنتا ہے۔ تحقیق ۲ سیر کی ہے۔

عید کے دن کیا کریں:

عید کا دن نہایت متبرک اور فرحت آمیز ہے، اس روز غسل و مسواک کا اہتمام کریں، عمدہ قسم کی خوشبو لگائیں، نفیس کپڑے پہنیں، عید گاہ کی طرف پیدل چل کر جانا افضل ہے اور دوسرے راستے سے آئیں۔ آتے جاتے آہستہ آہستہ یہ دعا پڑھتے جائیں۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد عید گاہ جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا سنت ہے۔ اس روز بکثرت صدقہ دینا عزیزوں دوستوں سے مل کر انہیں مبارک باد دینا اور مصافحہ کرنا چاہئے۔

شوال کے روزے::

حدیث پاک میں ہے، جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد چھ دن شوال کے (نفلی) روزے رکھے تو وہ گناہوں سے ایسے نکل گیا جیسے آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا (معجم اوسط)

رمضان المبارک کی تقریبات

﴿ پروفیسر سائر بکوری ﴾

رمضان المبارک یوں تو انوار کی بارش کا مہینہ ہے اور اس کی ہر ساعت رحمت و برکت کی ساعت ہے تاہم تاریخ اسلام کے حوالے سے بھی اس میں چند انتہائی اہم دن ہیں۔ زندہ قومیں کبھی اپنے محسنوں کو فراموش نہیں کرتیں اور ہمیشہ ان کی یاد تازہ رکھنے کے لئے ان کے دن مناتی ہیں۔ اسلام میں بھی جو دین فطرت ہے ایسے دنوں کی اہمیت کا منکر نہیں بلکہ قرآن پاک میں ایسے دنوں کو ایام اللہ فرمایا گیا ہے۔ یعنی اللہ کے دن۔ حج و قربانی کی ساری عبادات ایسے ہی بزرگوں کی یادگار ہیں جنھیں ہر حال میں اپنے خالق سے لو لگائے رکھنے کا شرف حاصل ہوا۔

رمضان المبارک کی چند تقاریب حسب ذیل ہیں۔

۱۔ یوم سیدۃ النساء: ۳ رمضان المبارک ۱۱ھ کو سیدہ فاطمہ حضرت بتول زہرا علی ابیہا و علیہا السلام کا وصال ہوا۔ آپ ساری جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔ حضور سید عالم نور مجسم ﷺ کو سب سے زیادہ پیاری انہی سے تھا

علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے انہی کے بارے میں فرمایا

مریم از یک نسبت عیسیٰ عزیز　　　　از سہ نسبت حضرت زہرا عزیز

یعنی حضرت مریم کی عزت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ ہونے کی بنا پر ہے تو حضرت سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا کو تین نسبتیں حاصل ہیں۔ علیہم السلام

۱۔ وہ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر ہیں۔

۲۔ مرتضیٰ مشکل کشا شیر خدا کرم اللہ وجہہ کی زوجہ مقدسہ ہیں۔

۳۔ مرکز پرکار عشق سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ اور قافلہ سالار عشق حضرت سیدنا امام حسین شہید کربلا رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ ہیں۔

بہر حال ۳ رمضان المبارک کو آپ کا سالانہ عرس مبارک ہوتا ہے حضور پر نور قطب الکاملین سیدنا شاہ لاثانی قدس سرہ اور شہنشاہ ولایت حضور قبلہ سیدنا نقش لاثانی قدس سرہٗ بڑے اہتمام سے اس روز ایصال ثواب کرتے، کرنے کی ہدایت کرتے اور فضیلت بتاتے۔

۲۔ یوم ام المومنین حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ: آپ کا وصال شریف ۹ یا ۱۰ رمضان شریف (۱۰ھ نبوی) کو ہوا۔ عورتوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والی اور حضور شہنشاہ کونین ﷺ کی سب سے پہلی اہلیہ محترمہ اور تمام مومنوں کی پہلی مادر مقدسہ، حضور سید عالم ﷺ پر ساری جائیداد بھی قربان کر دی۔ گویا اس مالی قربانی میں بھی اولین نام نامی آپ کا ہے۔ تاجدار انبیاء علیہ السلام کی ساری اولاد سوائے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے انہی کے بطن سے ہوئی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے انہیں حضور خواجہ کائنات ﷺ کے ذریعے اللہ کا اور اپنا سلام پہنچایا۔ ان کے وصال کے سال کو عام الحزن (یعنی غم کا سال) کہا گیا۔ حضور علیہ السلام ان سے ہمیشہ راضی رہے اور ان کا ذکر ہمیشہ محبت و احترام سے فرماتے۔

اس لئے دس رمضان کو اس محسنہ کائنات رضی اللہ عنہا و سلام اللہ علیہا کا یوم بھی عقیدت و احترام سے منانا چاہیے۔

۳۔ یوم سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا: حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے وصال کے کچھ عرصہ بعد ہی حضور سرور عالم ﷺ کے عقد مبارک میں آئیں۔ اور پھر امہات المومنین میں سب سے بلند مرتبہ اور سرور کونین ﷺ کو محبوب آپ ہی تھیں۔ (صلی اللہ علی بعلہا و علیہا وسلم)

آپ بہترین علم وعمل سے آراستہ تھیں۔ یہ شرف بھی کم نہیں کہ یارِ غار نبوت سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی لختِ جگر ہیں۔ سورہ نور کی متعدد آیات آپ کی شانِ اقدس میں نازل ہوئیں۔ ۱۷ رمضان المبارک آپ کا یوم وصال ہے۔ اسے پورے اہتمام سے منانا چاہئے۔ حضرت شیخ مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے اسے بڑی اہمیت دی ہے۔

۴۔ یوم بدر: اسلام اور کفر کا پہلا فیصلہ کن معرکہ جسے غزوہ بدر کہتے ہیں۔ ۱۷ رمضان المبارک ۲ھ کو بدر کے مقام پر ہوا قرآن حکیم نے اسے یوم الفرقان فرمایا ہے۔ بزرگ فرماتے ہیں کہ اہل بدر کے وسیلے سے جو دعا کی جائے قبول ہوتی ہے کیونکہ ان سب کی بخشش کا اعلان خود اللہ نے اپنی آخری کتاب میں فرمایا ہے۔ سو ان بخشے ہوؤں کا وسیلہ ہمارے لئے بھی حل مشکلات کا ضامن بن سکتا ہے۔

بہر حال ۱۷ رمضان المبارک شریف یوم حضرت سیدہ عائشہ بھی ہے اور یوم بدر بھی۔ رضی اللہ عنہا وعن اہل البدر۔

۵۔ یوم شیر خدا رضی اللہ عنہ: سیدنا حضرت علی المرتضیٰ اسد اللہ الغالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم جو حضور سرور کائنات اصل موجودات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے برادر ذی وقار اور سیدہ خاتون جنت کے شوہر نامدار ہیں۔ ۲۱۔ رمضان المبارک ۴۰ھ کو جامع مسجد کوفہ میں نماز پڑھاتے ہوئے شہید ہوئے۔ اللہ اکبر! خوب فرمایا کسی بزرگ نے

کسے را میسر نہ شد ایں سعادت بکعبہ ولادت بمسجد شہادت

یعنی یہ سعادت کہ کعبے میں ولادت ہو اور مسجد میں شہادت ہو صرف حضرت علی المرتضیٰ مشکلکشا کرم اللہ وجہہٗ ہی کو میسر آئی۔

حضرت مفتی احمد یار خاں صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

نہ بنتا کیوں خدا کا گھر علی کی جائے پیدائش
کہ وہ ایمان کا قبلہ ہے یہ عرفان کا قبلہ

ان کے فضائل حد و شمار سے باہر ہیں۔ ان کی محبت ایمان کی علامت اور ان سے بغض منافقت کی پہچان ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سب سے بڑے قاضی آپ ہی ہیں۔ زہد و ورع اور فقر و شجاعت کو آپ پر ناز ہے۔ ہر مومن محب اہل بیت ہے اور ہر محب اہل بیت کو آپ کا دن ضرور منانا چاہئے۔

۶۔ شب قدر یا یوم نزول قرآن: شب قدر جس کا کچھ ذکر پہلے ہو چکا ہے' نہایت عظمت والی رات ہے۔ حدیث پاک کی رو سے آخری عشرے کی طاق راتوں میں کوئی سی ایک رات لیلۃ القدر ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ بلکہ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک یہ ستائیسویں رات ہے۔ کیونکہ لیلۃ القدر میں نو حروف ہیں اور سورۃ القدر میں یہ ترکیب تین بار آئی ہے لہذا ۹×۳=۲۷ نیز اس صورت میں تیس کلمات ہیں اور ھی (یعنی وہ) جس سے اس رات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ستائیسواں کلمہ ہے۔ اشعۃ اللمعات میں اس جگہ فرمایا کہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے شب قدر کے متعلق پوچھا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رمضان المبارک کے آخری عشرے کی ستائیسویں رات ہے خواہ سات باقی ہوں یا گزر گئی ہوں یعنی تیئیسویں یا ستائیسویں شب، جناب عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا دلیل کیا ہے؟ آپ بولے' رب تعالیٰ نے سات آسمان بنائے، زمینیں بھی سات، ہفتے کے دن سات، انسان کی پیدائش سات اندام سے ہوئی نیز انسان کھاتا بھی سات اندام سے ہے، سات اعضا سے سجدہ، طواف میں بھی سات چکر، اور جمرات کو کنکر بھی سات مارے جاتے ہیں۔ لہذا شب قدر میں بھی سات کا عدد ہی مناسب ہوگا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا "تم نے وہ چیز جان لی جو ہمارے علم میں ہے"۔

اس رات کو جاگ کر عبادت کرنی چاہئے۔ انسان تلاوت کرے، درود شریف پڑھے، یا کوئی اور عبادت کرے اصل چیز خشوع و خضوع اور احساس بندگی کا بیدار کرنا ہے۔ تنہائی میں بیٹھ کر اپنے رب سے مناجات کریں، اس کے حضور گڑگڑائیں اپنے گناہوں کا اعتراف کریں اور سچے دل سے توبہ کریں۔ سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور ہادی اعظم ﷺ سے پوچھا کہ اگر مجھے یہ رات معلوم ہو جائے تو کیا کہوں؟ کہو۔ اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی (احمد، ابن ماجہ، ترمذی)

ترجمہ: اے اللہ! بے شک تو معاف فرمانے والا ہے، معاف کرنا پسند کرتا ہے سو مجھے بھی معاف فرما!

اس رات ہمیں حضور احمد مجتبیٰ سرور دوسرا علیہ التحیۃ والثناء کی بارگاہ میں بھی زیادہ ادب و نیاز سے متوجہ رہنا چاہئے کہ آپ ہی خالق و خلق کے درمیان سب سے بڑا وسیلہ ہیں اگر اپنے دل کی آرزو پیش کرنے کا سلیقہ نہ آئے تو قصیدۃ النعمان (یعنی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا قصیدہ) یا امام بوصیری کا قصیدہ بردہ ہی پڑھ لیں۔ اگر اس کا ترجمہ نہ آتا ہو تو درود شریف ہی بکثرت پڑھیں۔ سرکار دو عالم رحمت کائنات علی افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات سے آنسوؤں کی زبان سے فریاد کریں۔

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

اس رات اگر اور کچھ بھی نہ ہو سکے تو عشاء اور فجر کی نمازیں با جماعت ضرور پڑھ لینی چاہئیں۔ (یہ کم از کم ہے)

چونکہ نزول قرآن کی رات اس لئے اپنے اخلاق و کردار کا ضرور جائزہ لینا چاہئے۔ اور دیکھنا چاہئے کہ ہماری سیرت قرآن پاک کی تعلیمات سے کہاں تک موافقت رکھتی ہے۔

۷۔ یوم استقلال (یوم آزادی): ہمارے ہاں یوم آزادی ۱۴ اگست کو منایا جاتا ہے حالانکہ مناسب یہ ہے کہ رمضان المبارک کی ستائیسویں رات (یعنی شب) کو یوم آزادی کے طور پر منائیں کیونکہ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ کو جب پاکستان کی آزادی کا اعلان ہوا تھا شب قدر تھی۔ ویسے تو پاکستان کے قیام کی جو کوششیں بھی ہوئیں ان کا عنوان یہی تھا کہ یہاں قرآنی تعلیمات کی روشنی میں اسلامی معاشرہ قائم کی جائے گا اور دنیا کو عملاً بتا دیا جائے گا کہ نجات آخروی ہی کا نہیں، بلکہ فلاحِ دنیوی کا دارومدار بھی کتاب و سنت کی ہدایات کے مطابق زندگی بسر کرنے پر ہے۔ علماو مشائخ نے بھی اسی لئے مسلم لیگ کا ساتھ دیا تھا۔ مگر خدا کی قدرت دیکھئے کہ شب قدر کو پاکستان کا معرض وجود میں آنا مزید اس کے نظریہ تشکیل میں قوت پیدا کر دیتا ہے۔

افسوس یہ ہے کہ ہم اس اولین مقصد کو بھول گئے اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ملک دولخت ہو گیا۔ اور اب باقی ماندہ ملک میں بھانت بھانت کی بولیاں بولی جا رہی ہیں۔ اگر ہماری بے وفائی کا یہی حال رہا تو نجانے پاکستان کا مستقبل کیا ہوگا۔ کس قدر عجیب بات ہے کہ کشمیر جاگ رہا ہے اور پاکستان سو رہا ہے۔ کشمیری بیدار ہو کر اپنے ذوقِ یقین سے غلامی کی زنجیریں کاٹ رہے ہیں اور ہم اپنی بے یقینی سے آزادی کی مٹی پلید کر رہے ہیں۔ کاش کہ اس صورت حال کا احساس قوم کے رہنماؤں کو ہوتا مگر۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا ‏ ‏ ‏ کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

یہاں حکومتوں میں تصادم ہے، کرسی کا طواف تو ہو رہا ہے، اقتدار کا پروانہ تو ہر کوئی ہے، ایمان کی خرید و فروخت تو جاری ہے مگر قرآن کا، اسلام کا اور پاکستان کا کوئی خیر خواہ نظر نہیں آتا۔

قوم کے بہی خواہ اگر کچھ نہیں کر سکتے تو رمضان المبارک میں نورانی ساعتوں میں پاکستان کی بقاو سالمیت کی دعا ہی کریں۔

''مکتوب چہارم'' تیسرا مکتوب نمبر ۴

فارسی	اردو
''دربیانِ فضائلِ شہرِ عظیم القدر شہر رمضان''	بڑے قدر والے مہینہ ماہ رمضان کی فضیلتوں کے بیان میں۔
''وبیانِ حقیقت محمدی علیہ وعلیٰ الہ الصلوۃ والسلام	اور حقیقت محمدی ان پر اور انکی ال پر درود وسلام ہو کے بیان میں
''نیز با پیر بزرگوار خود نوشتہ اند''	نیز اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے
''عرضہ داشت احقر الخدّ مہ آنکہ''	تمام غلاموں سے زیادہ حقیر (مجدد صاحب) کی عرض یہ ہے کہ
''مدّ تے است کہ از راو مفاوضہ شریفہ از احوالِ خَدَمہء آں عتبہ علیہ اطلاعے ندارد نگران میباشد''	کافی عرصہ ہوا کہ دربار شریف سے کوئی اطلاع نامہ دربار عالیہ کے خادموں کے حالات پر مشتمل بندہ کو ملا بندہ منتظر ہے
''قدومِ ماہِ مبارکِ رَمضان مبارک باشد''	رمضان المبارک کا مہینہ آنے والا ہے
'' ایں ماہ را با قرآن مجید کہ حاویِ جمیع کمالاتِ ذاتی و شیونی است و داخل دائرہ اصل است کہ ہیچ ظلیتے باو راہ نیافتہ است وقابلیتِ اولیٰ ظل اوست مناسبتِ تمام است و بآن مناسبت نزول آن دریں ماہ واقع شدہ " شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن" مصداق ایں سخن است و بآن مناسبت ایں ماہ نیز جامعِ جمیع خیرات وبرکات است''	اس مہینہ کو قرآن مجید کے ساتھ جو قرآن تمام ذاتی اور صفاتی کمالات کا جامع ہے اور دائرہ اصل میں داخل ہے کسی زعیت نے اسکی طرف راستہ نہیں پایا اور قابلیت اولیٰ (حقیقت محمدیہ) اسکا سایہ ہے'' مناسبتِ تمام ہے، (یعنی قرآن مجید کے ساتھ رمضان کو پوری مناسبت حاصل ہے) (قابلیت اولیٰ سے مراد حقیقت محمدیہ ہے وہ اصل کا ظل ہے یا قرآن کا ظل ہے واللہ اعلم) اور اسی مناسبت کی وجہ سے اسکا نزول اس مہینہ میں واقع ہوا۔'' رمضان کا وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا (القرآن)''۔ یہ آیت اسی بات کی مصداق ہے اور اسی مناسبت کی وجہ سے یہ مہینہ بھی تمام خیرات وبرکات کا جامع ہے۔
''ہر برکتے وخیرے کہ در تمام سال بہر کہ می رسد از ہر راہ کہ می آید قطرہ ایست از دریائے بے نہایت برکات ایں شہر عظیم القدر''	ہر برکت اور خیر جو پورے سال میں ہر کسی کو پہنچتی ہے اور جس راستہ سے بھی آتی ہے اس مہینہ عظیم القدر کی برکات بے نہایت کے دریا سے ایک قطرہ ہے۔
''جمعیتِ ایں ماہ سبب جمعیتِ تمام سال است وتفرقہ ایں ماہ سبب تفرقہء تمام سال''	اس مہینہ میں اللہ سے دل لگانے کی تسلی پورے سال حصول تسلی کا سبب ہے اور اس ماہ میں اللہ سے جدا رہنا پورے سال جدا رہنے کا سبب ہے۔

"فطوبیٰ لمن مضٰی علیہ ھذا الشھر المبارک ورضی عنہ وویلٌ لمن سخط علیہ فمنع البرکات وحُرم من الخیرات"	پس مبارک ہے اسکو جس پر یہ مہینہ راضی گزرا اور ہلاکت ہے اس کے لیے جن پر یہ مہینہ ناراض ہوا پس وہ برکتوں سے روکا گیا اور خیرات سے محروم ہوا۔
"وایضاً سنّت ختمِ قرآن دریں ماہ بواسطہء آن تو اند بود کہ تا جمیع کمالات اصلی و برکات ظلی میسر شود"	اور نیز اس مہینہ میں ختم قرآن کی سنت اسی وجہ سے ہے تا کہ تمام اصلی کمالات اور ظلی برکات میسر ہو جائیں۔
"فمن جمع بینھما یُرجیٰ ان لا یُحرم من برکاتہ ولا یُمنع من خیراتہٖ"	پس جس نے ان دونوں کو اکٹھا کر لیا امید کی جاتی ہے کہ اسکی برکتوں سے محروم نہیں ہوگا اور اسکی خیرات سے ممنوع نہیں ہوگا۔
"برکاتیکہ باایام این شہر وابستہ اند دیگر اند و خیراتیکہ بلیالی آن متعلق اند دیگر اند"	اس مہینہ کے دنوں کے ساتھ جو برکتیں وابستہ ہین وہ اور ہیں اور اسکی راتوں کے متعلق جو خیراتیں ہیں وہ اور ہیں (یعنی اسطرح یہ خوبیاں زیادہ ہو جاتی ہیں)
"واز جہتِ این سر تو اند بود کہ حکم با ولویتِ تعجیل افطار و تاخیر تسحر بودہ باشد تا امتیاز تمام بین اجزاءِ الوقتین حاصل آید"	اور ممکن ہے کہ اسی راز کی وجہ سے افطار کی جلدی اور سحری کی دیری کی بہتری کا حکم دیا گیا ہو تا کہ دونوں وقتوں کے اجزاء میں پورا امتیاز حاصل ہو جائے۔
"قابلیت اُولیٰ کہ بالا مذکور شد حقیقت محمدی عبارت از ان است علیٰ مظھرھا الصلوات و التسلیمات نہ قابلیت ذات است مر اتصافِ جمیع صفات را کما حکم بعض بلکہ قابلیتِ ذات است عزّ سلطانہ مر اعتبارِ علم را کہ متعلق شود بجمیعِ کمالاتِ ذاتی و شیونی کہ حاصل حقیقتِ قرآنِ مجید است"	قابلیت اولیٰ جو اوپر ذکر کی گئی، حقیقت محمدی اس سے عبارت ہے (یعنی قابلیت اولیٰ سے مراد و معنی حقیقت محمدی ہے) اسکے مظہر پر درود و سلام ہوں اس قابلیت اولیٰ سے ذات کا تمام صفات سے خاص متصف ہونا مراد نہیں جیسا بعض صوفیاء نے حکم لگایا ہے بلکہ قابلیت ذات عزّ سلطانہ خاص علم کے اعتبار سے ہے جو علم متعلق ہے تمام کمالاتِ ذاتی اور شیونی کا کہ جو قرآن مجید کی حقیقت کا حاصل ہے (یعنی اللہ کا علمِ ذاتی جو ذاتی و شیونی کمالات کا جامع ہے وہ حقیقت قرآن مجید ہے اور حقیقت محمدی اس ذاتی علم کا ظل ہے یہی بات مذکورہ بالا ہے اور یہ نہایت باریک مسئلہ ہے نیز یہ بھی ذہن میں ہو کہ صفات کا وجود خارج میں ہے اور شیون جمع ہے شان کی ان کا صرف ذات میں اعتبار ہوتا ہے)
"وقابلیتِ اتصاف کہ مناسب خانہء صفات است و برزخ است میانِ ذات جل شانہ وصفاتِ او حقائقِ انبیاءِ دیگر است علیٰ نبینا و علیھم الصلوات و التسلیمات والتحیات"	اور اوصاف سے متصف ہونے کی قابلیت "جو کہ خانہائے صفات کے مناسب ہے اور ذات جل شانہ وصفات کے درمیان برزخ ہے" دوسرے انبیاء کی حقیقتیں ہے ہمارے نبی اور ان پر درود وسلام و تحائف ہوں۔

”ہمیں قابلیت بملا حظہء اعتبارات کہ مندرجہ اندرروی حقائق متعددہ گشتہ“	یہی قابلیت اعتبارات کوملاحظہ کرتے ہوئے جواعتبارات اس میں مندرج ہیں متعدد حقیقتیں بن گئی ہے
”قابلیتے کہ حقیقتِ محمدی است علیہ الصلوۃ والتحیۃ اگر چہ ظلیت دارد امارنگ صفات بادممتزج نگشتہ است وہیچ حائلے درمیان نیامدہ“	وہ قابلیت جوحقیقت محمدی ہے ان پر درودوتحیت ہواگرظلیت رکھتی ہے مگر صفات کا رنگ اس کے ساتھ شامل نہیں ہوااور کوئی پردہ درمیان میں حائل نہیں۔
”وحقائق جمائع محمدی المشرب قابلیات ذات است عزّ شانہ مراعتبارعلم راکہ متعلق شود بہ بعض آن کمالات“	اور محمدیٔ المشرب جماعت کے حقائق ذات عزّ شانہ کی قابلیت ہیں خاص اعتبار علم کے لئے جو متعلق ہے ان کمالات سے بعض کے ساتھ۔
”وآن قابلیت محمدیہ برزخ است میانِ ذات جل سلطانہ ومیانِ ایں قابلیات متعددہ“	اور ذات جل سلطانہ کے درمیان اور ان قابلیات متعددہ کے درمیان قابلیت محمدیہ برزخ ہے۔
”وحکمِ آن بعض بواسطہ آنست کہ اورا درخانہء صفات قدمگاہ است وبس ونہایتِ عروجِ آن خانہ تا بآں قابلیت است“	اور اس بعض کا حکم اس واسطہ سے ہے کہ اس قابلیت محمدیہ کوصفات کے خانہ میں قدم رکھنے کی جگہ حاصل ہے اور بس۔ اور اس خانہء صفات کے عروج کی نہایت اس قابلیت تک ہے۔
”لاجرم آن را بآں سرورنسبت کردہ علیہ الصلوۃ و السلام و التحیۃ“	ضرور انکوآں سرور علیہ الصلوۃ والسلام والتحیۃ سے منسوب کیا گیا (یعنی انکو محمدی المشرب کہا گیا)
”وچوں ایں قابلیت اتصاف ہرگز مرتفع نمیشود آں بعض نیز حکم کردہ بآنکہ حقیقت محمدی ہمیشہ حائل است والاّ قابلیت محمدیہ راعلیٰ مظہرہا الصلوۃ والتحیۃ کہ مجرد اعتبار است در ذات جل شانہ ارتفاع از نظر ممکن است بلکہ واقع است“	اور چونکہ یہ قابلیتِ اتصاف ہرگز بلند نہیں ہوتی تو اُن بعض کا بھی حکم کیا گیا اس بات پر کہ حقیقت محمدیہ ہمیشہ حائل ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو قابلیت محمدیہ علیٰ مظہرہا الصلوۃ والتحیۃ جو مجرد اعتبار ہے کوذات جل شانہ میں نظر سے ارتفاع ممکن ہے بلکہ واقع ہے (ارتفاع کا معنی ہے اتنا بلند ہونا کہ نظر سے غائب ہو ذات میں مخفی ہوجائے، نظر آنے کے مقام سے بلند ہو)
”وقابلیت اتصاف اگرچہ نیز اعتبار است لماّ بواسطہء برزخیت رنگ صفات گرفتہ کہ درخارج موجود اند بوجودزائد وارتفاع اواز امکان برآمدہ لاجرم حکم میکند بوجودِ آن حائل دائما“	اور حقیقت کا اوصاف سے متصف ہونا بھی اگرچہ اعتباری ہے مگر برزخیت ہونے کے واسطہ سے صفات کا رنگ اختیار کئے ہوئے وجودِ زائد علیٰ ذات کے ساتھ خارج میں موجود ہیں اور اسکا ارتفاع امکان سے باہر ہے لہذا ضروری حکم کرتے ہیں کہ وہ حائل دائمی موجود ہے۔

”امثال این علوم کہ منشاءِ آن جامعیتِ اصالت و ظلّیت است بسیار وارد میشوند اکثر آنہا در پر چہاءِ کاغذ نوشتہ می شود“	ان علوم جیسے اکثر علوم جو اصالت اور ظلیت کے جمع ہونے سے پیدا ہوتے بہت وارد ہو رہے ہیں ان میں سے اکثر علوم کو کاغذ کے ورقوں میں لکھا جاتا ہے
”مقام قطبیت منشاءِ دقائق علوم مقام ظلی است“	قطبیت کا مقام جو باریک علوم کے پیدا ہونے کی جگہ ہے ظلی مقام ہے (یعنی ظلیت ذات کا مقام ہے)
”و مرتبہء فردیّت واسطہء ورودِ معارفِ دائرۂ اصل“	اور فردیت کا مرتبہ دائرۂ اصل کے معارف کے وارد ہونے کا واسطہ ہے
”امتیاز میانِ ظل و اصل بے اجتماع ایں دو دولت میسر نیست۔“	ان دو دولتوں کے اجتماع کے بغیر ظل اور اصل میں فرق کرنا میسر ہی نہیں (یعنی جس کے پاس مقام قطبیت اور مرتبہء فردیت دونوں موجود ہوں وہ شخص ظل اور اصل میں فرق سمجھ سکتا ہے سبحان اللہ)
”لہذا البعضے از مشائخ قابلیتِ اولی را کہ تعین اوّل می گویند زائد بر ذات نمیدانند و تجلی ذاتی شہودِ آن قابلیت را ے انگارند“	لہذا البعض مشائخ قابلیت اولیٰ کو تعین اول کہتے ہیں ذات پر زائد نہیں جانتے اور تجلی ذاتی کو اس قابلیت کا شہود خیال کرتے ہیں (یعنی وہ اصل اور ظل میں فرق نہیں کر سکے)

''والحق ماحققتُ والامر ما اوضحت واللہ سبحانہ یُحِقُّ الحَقَ وھو یھدی السبیں''

اوراس باب میں حق وہ ہے جو میں نے تحقیق کی ہے اور صحیح امر وہ ہے جو میں نے واضح کر دیا ہے اور اللہ پاک حق ظاہر کرتا ہے اور وہی راستہ دکھاتا ہے (یہ مکتوب شریف بہت مشکل ہے حقائق کا علم رکھنے والے اسے سمجھتے ہیں اور یہ صرف اولیاء کا حصہ ہے الحمدللہ مجھے صرف اتنی بات سمجھ میں آئی کہ اصل سے مراد ذات اللہ سبحانہ ہے اورقابلیت اولی سے مراد حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔اللہ کی ذات اصل اور حقیقت محمدیہ اسکا ظل ہے لطیفہ اخفیٰ جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر قدم ہے اس لطیفہ اخفیٰ میں فنا حاصل کرنے والا سالک محمدی المشرب ہے اس طبقہ کے حقائق اور اصل کے درمیان حقیقت محمدیہ حائل ہے اور برزخ ہے یہ طبقہ حقیقت محمدیہ علیہ الصلوۃ السلام سے براہ راست فیض حاصل کرتا ہے واللہ ورسولہ اعلم۔حضرت محشی نے حاشیہ میں کچھ روایات بیان کی ہیں انکو شرح میں بیان کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

''بدانکہ ابدال واقطاب واغواث وافراد واوتاد واخیار وابرار ونقباء اصناف اند از ارباب ولایت''

یعنی جاننا چاہیے کہ اولیاء کی چند قسمیں ہیں(۱) ابدال (۲) اقطاب (۳) اغواث (۴) افراد (۵) اوتاد (۶) اخیار (۷) ابرار (۸) نقبا۔

''بعضے از ایشاں مکتومان اند از خلائق ودر یکدیگر را ہم نشناسند وجمال حال خود راہم ندانند وایشاں چہار ہزار اند''

بعض ان اولیاء میں سے لوگوں سے چھپے ہوئے ہیں اور خاص ایک دوسرے کو بھی نہیں پہچانتے اور اپنے حال کی خوبی بھی نہیں جانتے اور یہ چار ہزار ہیں یعنی پوری دنیا میں یہ تعداد ہر وقت موجود ہے۔

''وبعضے از ایشاں اہل حل وعقد اند ودر ہنگان درگاہ حق وایشاں سہ صد اند''۔

اور بعض ان میں سے اہل حل وعقد ہیں یعنی دینی ودنیاوی معاملات میں کام کرنے والے اللہ کے دربار میں ڈیوٹیاں دینے والے یعنی مدبّرانِ امور اور یہ تین سو ۳۰۰ ہیں یعنی اس تعداد میں ہمیشہ موجود رہتے ہیں ۔بحوالہ نحات

	الانس۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ابدال شام میں ہوتے ہیں اور وہ چالیس مرد ہیں ان میں سے اگر کوئی وفات پاتا ہے تو اللہ اسکے بدلے دوسرا مرد لاتا ہے انکی وجہ سے پانی دیا جاتا ہے اور انکی برکت سے بارش برستی ہے اور انصاف ملتا ہے اور دشمنوں پر کامیابی ملتی ہے ان کی مدد سے اور ان کی برکت سے اہل شام سے عذاب دور کیا جاتا ہے۔ اہل شام کا ذکر قرب وجوار کی وجہ سے ہے ورنہ تو ان کی برکت اور مدد پورے جہان کو شامل ہے خاص کر جو مدد مانگتا ہے۔ بحوالہ مسند امام احمد اور مشکوۃ۔ اور ملا علی قاری مرقات میں بحوالہ ابن عساکر لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تین سو آدمیوں کو اسطرح پیدا کیا کہ ان کے دل آدم کے دل پر ہیں اور اسکے لئے چالیس ہیں کہ انکے دل موسیٰ کے دل پر ہیں اور اسکے لئے سات ہیں کہ ان کے دل ابراہیم کے دل پر ہیں اور اسکے لئے پانچ ہیں کہ ان کے دل جبریل کے دل پر ہیں اور اسکے لئے تین ہیں کہ ان کے دل میکائیل کے دل پر ہیں اور اسکے لئے ایک ہے کہ جسکا دل اسرافیل کے دل پر ہے۔ جب ایک وفات پاتا ہے تو اسکی جگہ بدلتا ہے اللہ تین سے اور جب تین سے کوئی وفات پاتا ہے تو اللہ اسکی جگہ بدلتا ہے پانچ سے اور جب پانچ سے کوئی وفات پاتا ہے تو اللہ اسکی جگہ تبدیل کرتا سات سے اور جب کوئی سات سے وفات پاتا ہے تو اللہ اسکی جگہ تبدیل کرتا ہے چالیس سے اور جب چالیس سے کوئی وفات پاتا ہے تو اللہ اسکی جگہ بدلتا تین سو سے اور جب تین سو سے کوئی وفات پاتا ہے تو اللہ اسکی جگہ بدلتا ہے عام میں سے۔ ان کے ذریعہ اس امت سے بلائیں دور ہوتی ہیں۔ اس روایت میں حضور علیہ السلام کے دل پر کسی کی پیدائش کا ذکر نہیں اسلئے کہ حضور علیہ السلام کی کوئی نظیر اور مثل اللہ نے بنائی نہیں حضور کی ہر چیز بے مثال ہے۔)
''رسالہ کہ بتسوید آن مامور شدہ بود با تمام آن موفق نمی شود وہمان مسودہا افتادہ اند تا حکمت الٰہی جل سلطانہ دریں توقف چہ بودہ باشد زیادہ گستاخی از ادب دوراست''	وہ رسالہ جسکے لکھنے کا حکم دیا گیا تھا اسکو پورا کرنے کی توفیق میسر نہیں ہوئی وہ مسودے اسی طرح پڑے ہوئے ہیں اس توقف میں اللہ جل سلطانہ کی کیا حکمت ہوگی (معلوم نہیں) زیادہ لکھنا گستاخی ہے ادب سے دور ہے۔ (لہذا یہاں ہی خط ختم کیا جاتا ہے)۔

حضرت صوفی محمد مقبول علیہ الرحمہ

جناب صوفی اللہ رکھا چودھری صاحب (پی ایچ ڈی سکالر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صوفی ازم کی ابتداء

اسلام میں خلافتِ راشدہ کا مبارک دور ختم ہوا تو اس کی جگہ ملوکیت نے لے لی۔ مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت حکومت سے الگ ہو کر اسلام کے اخلاقی اور روحانی نظام کو سنبھالنے کے لئے میدان عمل میں آ گئی۔ اس بات کا غیروں نے بھی اعتراف کیا ہے کہ اگر اُس وقت مسلمانوں کی یہ جماعت اس محاذ کو نہ سنبھالتی تو اسلام کا اخلاقی اور روحانی نظام تباہ ہو جاتا۔ خلافت بظاہر ملوکیت میں بدل گئی۔ مگر اسلام کا اخلاقی نظام، عبادات، فکر و عمل کی پاکی، خدا پرستی اور خدمت گزاری اُسی شان سے قائم رہی۔ یہ ضرور ہوا کہ پہلے یہ سب کچھ حکومت کے فرائض میں شامل تھا اور اب بے سر و سامان فقراء کی جماعت نے یہ خدمت اپنے ذمے لے لی۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ اس تبدیلی سے مسلمانوں کی عقیدت و محبت کا محور بھی بدل گیا۔ اب بادشاہ خلیفہ نہیں رہا اس لئے لوگ بھی رضا کارانہ طور پر عقیدت کے ساتھ ان کے حکم کی تعمیل نہیں کرتے۔ اب لوگ ڈنڈے کے خوف سے حکمرانوں کی بات مانتے ہیں۔ جب کہ فقراء بغیر لاٹھی اور بے سرو سامان ہوتے ہوئے بھی لاکھوں لوگوں کے دلوں پر راج کرتے آ رہے ہیں۔

خلیفہ کی بجائے بزرگان دین کے ہاتھ میں اسلام کے اخلاقی نظام کی اس تبدیلی نے کئی مسائل کو جنم دیا۔ سب سے ضروری مسئلہ یہ تھا کہ اس پاکیزہ نظام کو مستقل حیثیت دینے کے لئے پائیدار قدم اٹھایا جائے۔ مشاہیر اور صوفیاء اپنی اپنی جگہ مگر اسلام کے اخلاقی اور روحانی نظام کی تشکیل و تدوین میں مصروف ہو گئے۔ یہ بات بالکل غلط ہے کہ قرآن مجید کے ہوتے ہوئے کسی چیز کی تدوین و ترتیب کی ضرورت نہیں تھی؟ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ حاملِ قرآن کو بھی مبعوث فرمایا گیا۔ ان کی خصوصیات یہ بتائیں گئیں کہ وقت کے مطابق قرآن مجید کی تشریح و تعبیر نبی رحمت ﷺ کی ذات گرامی کے سپرد تھی۔ جب کہ آنحضور ﷺ نے ایک نباض کی طرح بیمار انسانیت کا علاج شروع کیا تو بالآخر آپ نے اسے ایک صحت مند جسم میں بدل دیا۔ بدلتے ہوئے حالات کا تقاضا یہی تھا کہ اب بھی کچھ اس طرح کے نفوس قدسیہ ہوں جو حکومت سے علیحدہ رہ کر کسی کا حریف یا حلیف بنے بغیر تزکیہ نفس اور اخلاقی تربیت کا عظیم الشان ادارہ سنبھال لیں۔ اسی ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے صوفیا نے اپنا کام شروع کیا اور وقت کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتے گئے۔

یہ اسلام کا اعجاز ہے کہ جہاں اور جب خارجی طور پر اُسے کوئی دھچکا لگا تو اسی وقت خود اسی کے اپنے بطن سے ایک ایسی قوت نے جنم لیا جس نے اسے دوسری دفعہ پہلے سے زیادہ آب و تاب بخشی۔ خلافت سے ملوکیت کی طرف اقتدار کا انتقال کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ مگر اسلام کے اخلاقی اور روحانی نظام کا اس کے ساتھ کچھ بھی نہ بگڑا۔

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے ناصرزیدی

صوفیاء کی ایک ایسی جماعت کھڑی ہوئی جس نے بے سروسامانی کی حالت میں صفا کی چوٹی سے بلند ہونے والی آوازِ حق کی گونج کونسیم وصبا بن کر چمنستان دہر کے کونے کونے میں پھیلا دیا۔ آج کون اس بات سے انکار کرسکتا ہے کہ دور دراز ممالک میں قلب ونظر کے سومنات کس گروہ نے فتح کیے۔ وہ یہ ہی گروہ ہے جس نے اپنی درویشی، سادگی، قلب ونگاہ کی پاکیزگی اور اچھے کردار کی بدولت ہر جگہ توحید خداوندی اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی داستانیں رقم کی ہیں۔

ارشاد حضور رسالت مآب ﷺ ہے، بندے کے لئے فقر کے گہنے سے بڑھ کر کوئی خوبصورت گہنا نہیں۔ (۲)(۸۴)

ان خدا مست درویشوں نے صرف وعظ ونصیحت پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انہوں نے اپنے مشن کے اصول وفروع مرتب کرنے میں انتہا کی۔ انہوں نے بڑی محنت اور ژرف نگاہی سے کام لیا۔ تاریخ کے اوراق ٹٹولنے سے پتہ چلتا ہے کہ صوفیاء کرام نے دوسری صدی ہجری کے آخر میں باقاعدہ طور پر تصنیف وتالیف کا کام شروع کیا۔ انہوں نے انتہائی سادہ اور عام فہم زبان میں کتابیں لکھیں، قرآن اور سنت رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں ایسے طریقے بتائے جن کی وجہ سے عبادت میں کشش، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں لطف اور زندگی میں ایک حسن اور معنویت پیدا ہوگئی۔ علامہ محمد اقبالؒ فرماتے ہیں۔

احوال و مقامات پہ موقوف ہے سب کچھ
ہر لحظہ ہے سالک کا زمان اور مکان اور اقبالؒ

یہ لوگ بڑے انوکھے ہیں جو خدمت خلق کرتے ہیں اور اجرت خدا سے مانگتے ہیں۔ دنیا میں فکر عقبہ کی کرتے ہیں، زمین پر کھڑے ہوکر خبریں عرش کی دیتے ہیں۔ وہ قلندرانہ مزاج اور سکندرانہ دماغ رکھتے ہیں۔ ان کے گوشۂ دامن میں زمین وآسمان کی وسعتیں ہیں۔ ٹاٹ کی گدڑی میں درویش نگری ہے اور گھاس پھوس کی کٹیا میں فقیر کی دنیا آباد ہے، شاہی تاج کی سج دھج غارت ہوگئی اور ان کی دوکلی ٹوپی کی شان سلامت رہ گئی۔

تخت سکندری پہ وہ تھوکتے نہیں
بستر لگا ہوا ہے جن کا تیری گلی میں

مبارک ہیں وہ آنکھیں جو پیغمبروں کے نائبوں کی زیارت سے فیضیاب ہوتی ہیں۔ مبارک ہیں وہ کان جو ان کا کلام سنتے ہیں، مبارک ہیں وہ قدم جو ان کی طرف چلتے ہیں۔ مبارک ہیں وہ دل جو اُن سے فیض اور برکات کا خزانہ لوٹتے ہیں۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو ان کے پاس آتے جاتے ہیں۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کی عمر کا کچھ حصہ ان کا کلام سننے، تحریر پڑھنے اور ان کی صحبت میں گزارتے ہیں۔

ساری دنیا کی طرح ہندوستان میں بھی بہت سے گدڑی پوش صوفی آئے اور اپنے تصرفات اور عملی زندگی میں بہترین کردار کی وجہ سے لوگوں کو مسلمان بنایا، ان کے دلوں پر حکومت کی اور اب بھی کر رہے ہیں۔ ان مقربان خدا میں سے اللہ کا ایک مقرب سلسلہ نقشبندی کا بزرگ حضرت شیخ المشائخ حامئ سنت ماحئ بدعت رہنمائے شریعت وطریقت، واقف اسرار حقیقت، معرفت کا شف غوامض صمدیت، مصدر دفائن حقائق، غوث وقار، قطب مدار، مرجع صلحا و اتقیاء ماہائی مساکین وفقراء مظہر نوادر تکوینیہ عالم کوائف کونیہ، رشد و ہدایت کے مینار سیدی و مرشدی، معتمدی و مستندی، سید السادات الصوفی الحاج پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ علی پوری قدس سرہ العزیز تھے۔ شاہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس نظام کے تسلسل کو آگے بڑھاتے ہوئے مخلوق خدا کی راہنمائی کا بیڑا اٹھایا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں نور فراست سے نوازا ہوا تھا۔ جناب صوفی محمد مقبول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان نے بھی اسی تسلسل کو آگے بڑھانے کے لئے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ انہوں نے مرید صادق ہونے کا ثبوت اپنی عملی زندگی میں اپنے کردار سے دیا۔ ان کے لخت جگر جناب مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''انوار لاثانی'' میں لکھتے ہیں۔

> ''زیر نظر کتاب ایک ایسے مرد حقانی کی داستانِ حیات پر مشتمل ہے جس کی سیرت کا محور و مرکز تصوف تھا، جسے بجا طور پر اپنے وقت کا 'صوفی اعظم' یا 'راس الاصفیا' کہا جا سکتا ہے۔ حق یہ ہے کہ حضور شاہ لاثانی قدس سرہ نے زندگی کے شب و روز اسی کی اشاعت کے لئے وقف کر رکھے تھے۔
> ''(1)

صوفی محمد مقبول رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان

راجپوت گھرانے سے ایک بزرگ شہاب الدین سکنہ بکنور تحصیل پٹھان کوٹ ضلع گورداسپور (بھارت) کے رہنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک بیٹا دیا جس کا نام شرف دین رکھا۔ شرف دین نے اپنے بیٹے کا نام چراغ دین اور چراغ دین کو اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹا عنایت فرمایا۔ بیٹے کی پیدائش کے بعد چراغ دین اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیٹے کا نام رکھنے کی گذارش کی۔ انہوں نے اس کا نام محمد مقبول رکھا۔

محمد مقبول رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کا تعلق مذہبی گھرانے سے تھا۔ ان کے دادا جی دیندار اور اولیاء عظام سے محبت کرنے والے تھے جب کہ والد گرامی صوفی منش انسان تھے۔ وہ صوفیائے اکرام سے حد درجہ قلبی تعلق رکھتے تھے۔ صوفی محمد مقبول رحمۃ اللہ علیہ نے مذہبی ماحول میں جنم لیا اور ایسی آغوش محبت میں پرورش پائی جہاں وہ دینِ حق کی خوشبو سے معطر اور معمور ہوئے۔ ان کے ارد گرد پاکیزگی اور مذہبی اقدار سے رنگا ہوا ماحول تھا۔ وہ اہل اللہ کے فضائل اور صحبت سے مزین اور مخمور تھے۔ اس زمانے کے بہت بڑے صوفی گھرانے سے صرف گہری نسبت ہی نہیں تھی بلکہ وہ خاندان بہت سارے اہلسنت کے پاک باز بزرگانِ دین کی قدم بوسی سے فیض یاب ہوتا رہا اور ہو رہا ہے۔

حضرت صوفی محمد مقبول رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان والے پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مند تھے۔ اپنے بزرگوں کی طرح انہوں نے بھی پیر سید جماعت علی شاہ صاحب شاہ رحمۃ اللہ علیہ لاثانی علی پوری کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ اُوجِ نعت میں ان کے فرزند ارجمند جناب حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسیؔ رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ:

''میرے والد مکرم چوہدری محمد مقبول مرحوم جو میرے استاد بھی تھے تاجدار فقر و رضا اعلیٰ حضرت پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی قدس سرّہ کے مرید صادق اور آپ کے اولین سجادہ نشین قیوم زمانی حضور پیر سید علی حسین شاہ صاحب نقش لاثانی کے پروردہ فیض تھے۔ پیر خانے سے انہی جو سب سے بڑی دولت ملی تھی وہ محبت رسول پاک علیہ افضل الصلوۃ والسلام کی متاع لازوال تھی'' (2)

صوفی محمد مقبول رحمۃ اللہ علیہ نے مرشد پاک کی صحبت اختیار کی۔ مرشد پاک کی ان پر خصوصی توجہ تھی۔ اسی خصوصی فیض کی وجہ سے آپ نے بہت جلد سلوک کی منزلیں طے کیں اور عارف کامل اور صاحب کرامت بزرگ کا درجہ حاصل کر لیا۔

قربان تیری آنکھوں کے، اے ساقی میخانہ
جس پر بھی نظر ڈالی، مے خوار بنا ڈالا
جو ظرف لیے آیا، جاناں! تری محفل میں
دو بوند سے رندوں کا سردار بنا ڈالا (3)

پیر و مرشد حضرت پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ بکھور میں صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر ہر سال ایک دو دفعہ تشریف لاتے اور کئی کئی دن قیام فرماتے تھے۔ اردگرد کے گاؤں کے لوگ پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے آتے اور آپ کے خاندان والے ان کی بڑھ چڑھ کر خدمت کرتے۔ جناب سعید محمد عامر آسوی اپنی کتاب ''قبلہ عالم پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ'' میں رقمطراز ہیں:۔

''حضور شاہ لاثانی قدس سرہ ہر سال آپ کے گاؤں بکھور میں تشریف لاتے تو آپ کے گھر میں قیام فرما ہوتے گویا اس علاقے میں آستانہ عالیہ علی پور سیداں شریف کے خصوصی نمائندے آپ تھے۔''

(4)

تعلیم: صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کا پیشہ زمیندارا تھا۔ اس زمانے میں والدین کو اپنے بچوں کو پڑھانے کا کوئی شوق نہیں تھا۔ والدین وہی کام یا پیشہ اختیار کرنے کی طرف اپنی اولاد کو مائل کرتے جو وہ خود کیا کرتے تھے۔ مگر صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والدین نے ان کو تعلیم دلوانے کی طرف توجہ دی۔ صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں قرآن و حدیث کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد فارسی منشی فاضل وغیرہ جو اس زمانے میں اعلیٰ تعلیم ہوتی تھی حاصل کرنے میں مصروف ہو گئے۔ یہ اُس دور کی بات ہے جب تعلیم حاصل کرنے کا کوئی خاص رجحان

نہیں تھا۔تعلیم یافتہ شخص ڈھونڈے سے نہیں ملتا تھا۔

صوفی محمد مقبول رحمۃ اللہ علیہ کی ملازمت: اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد والدین کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے۔سرکاری سکول میں ملازمت اختیار کرکے اپنے ملک سے جہالت کے اندھیروں کو ختم کرنے کے لئے بڑھ چڑھ کر حصہ لینا شروع کر دیا۔انہوں نے اپنے پیشے کو عشق کی حد تک اپناتے ہوئے مخلوق خدا کی خدمت کی۔اور بہترین استاد بنے۔وہ لڑکپن سے ہی بڑے پاک باز اور صوم وصلوۃ کے پابند تھے۔

صوفی محمد مقبول علیہ الرحمہ کی شادی: حضور ہادی دوراں، محسن انسان ﷺ اصحابہ وبارک وسلم نے فرمایا۔

اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ. ترجمہ نکاح میری سنت ہے،جس نے میری سنت سے منہ پھیرا وہ مجھ سے نہیں (یعنی اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں)

حضور نبی کریم ﷺ روف رحیم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے رسم نکاح کے قیام سے اسلام کے معاشرتی نظام کو بہت سی اخلاقی بیماریوں سے محفوظ کر لیا۔دراصل انسان کے فکر ونظر کی پاکیزگی اسی سنت مقدسہ سے وابستہ ہے۔

اولیائے کرام محبوب کبریا علیہ التحیۃ الثنا کی سنت سے فیض پانے کے لئے نکاح کرتے ہیں کیونکہ

مپندار سعدی کہ راہ صفا
تواں یافت جز دَ پئے مصطفٰے

صوفی محمد مقبول رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم جناب چراغ دین رحمۃ اللہ علیہ نے حضور شاہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت سے جناب علی محمد رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی سے ان کا رشتہ طے کر دیا۔وہ رتن گڑھ کے رہنے والے تھے اور حضرت پیر سید شاہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص تھے۔وہ انتہائی متقی اور اشعار اسلام کی پابندی کرنے والے صوفی بزرگ تھے۔اُوج نعت میں مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ اپنے نانا حضور رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''میرے نانا چودھری علی محمد مرحوم حضور شہنشاہ لاثانی کے خاص خادم ومقرب تھے اور والدین سمیت سارا خانوادہ حلقہ ارادت میں شامل تھا۔''(5)

خادم الفقراء محمد رفیق ابن محمد اسمٰعیل کھوکھر کوٹلی لوہاراں مشرقی سیالکوٹ نے اپنی کتاب ''انوار لاثانی'' میں ''شاہ لاثانی کے مقربین وخادمین خاص'' میں ان کا نام لکھا ہوا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

''جناب چوہدری صاحب علی محمد موضع رتن گڑھ، چوہدری شیر محمد صاحب گھٹ والے،میاں نواب دین صاحب کولوپ،مستری محمد دین صاحب بھاٹھاں والے یہ چاروں صاحبان خاندانی شریف آدمی ہیں اور حضور پرنور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے خاص الخاص خادموں میں سے ہیں۔دربار

شریف کی خدمت دل و جان سے کرتے ہیں۔ اللہ کریم ان کو اور بھی توفیق اطاعت فرمائے۔ اور حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی روح مبارک ان پر ہمیشہ خوش رہے۔ آمین۔" (6)

صوفی محمد مقبول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شادی جناب علی محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی رحمۃ اللہ علیہا سے ہوئی جو بڑی نیک، عابدہ زاہدہ اور سخیہ خاتون تھیں۔ قرآن پاک کی تلاوت اور ذکر و اذکار میں مشغول رہتی تھیں۔ ان کے گھر میں مہمان آئے رہتے تھے۔ آپ بڑی خوش دلی کے ساتھ لنگر پکاتی اور تقسیم کرتی تھیں۔ جناب سعید محمد عامر آسوی اپنی کتاب "قبلہ عالم پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ" میں لکھتے ہیں:۔

"مفکر اسلام علیہ الرحمہ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بی بی رحمۃ اللہ علیہا بھی عارفہ کاملہ اور عابدہ زاہدہ تھیں۔ قرآن کریم کی تلاوت کا گہرا شغف رکھتی تھی۔ وظائف بھی کثیر تھے جو ورد زباں رہتے۔ در پر آنے والے لوگوں کے ہجوم کے لئے لنگر کا اہتمام فرماتی تھیں جو نہایت مشقت طلب کام تھا۔ چنانچہ چولہا شاید ہی کبھی بجھا ہو۔" (7)

جناب پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ رحمۃ اللہ علیہا نہایت خدا رسیدہ سلیقہ شعار اور درد دل رکھنے والی خاتون تھیں۔ اپنے پیر و مرشد کے ساتھ بڑی عقیدت رکھتی تھیں اور ان کی ایک کرامت کا ذکر راقم حروف کی والدہ صاحبہ کے ساتھ کیا۔ انہوں نے بتایا کہ ایک دفع میں بیمار ہوگئی۔ میرے پہلو میں سخت درد تھی۔ بڑا علاج کرایا مگر آرام نہ آیا۔ ایک طبیب نے بڑا مہنگا نسخہ لکھ دیا۔ حضور قبلہ عالم ہمارے گھر تشریف لائے۔ میں نے عرض کی حضور میرے پہلو میں بڑی درد ہوتی ہے اور حکیم صاحب نے دوائی بڑی مہنگی لکھ دی ہے۔ حضور کی توجہ سے میرا درد ختم ہوگیا۔ اور پھر یہ درد مجھے کبھی نہیں ہوا۔ یہ واقعہ ان کے فرزند ارجمند پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "انوار لاثانی" میں بیان فرماتے ہیں:۔

"ہمارے اپنے گھر کا واقعہ سنیے۔ 1930ء کے لگ بھگ کی بات ہے، میری والدہ ماجدہ کے پہلو میں سخت درد کے دورے پڑتے تھے۔ بہت علاج کروائے مگر آرام نہ آیا، آخر ایک ماہر طبیب سے مشورہ کیا تو اُس نے ستر روپے کا نسخہ تجویز کیا، والد صاحب کی تنخواہ ان دنوں صرف چھتیس 36/ روپے تھی۔ خدا کی قدرت، حضور قبلہ عالم شاہ لاثانی علیہ الرحمتہ ہمارے غریب خانے میں (جو موضع بکنور تحصیل پٹھان کوٹ میں تھا) تشریف لے آئے۔ والدہ درد سے سخت بے چین تھیں۔ حضور قبلہ عالم نے یہی ایک دو لفظ فرمائے "دیکھو جی، درد کو یہی گھر نظر آیا ہے، لڑکے کی تنخواہ چھتیس روپے اور نسخہ ستر روپے کا" بس یہ فرمانا تھا کہ درد ختم ہوگیا اور خدا اور رسول (جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کے لطف و کرم اور قبلہ عالم کی برکت سے وہ درد آج تک نہیں ہوا۔" (8)

سیدی و مرشدی حضرت الحاج پیر سید علی حسین شاہ صاحب نقش لاثانی رحمۃ اللہ علیہ جب بھی شکر گڑھ کے علاقے میں تشریف لاتے تو اپنے بزرگوں کی طرح اکثر پھگواڑی جناب مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر تشریف لاتے۔ اردگرد کے گاؤں کے لوگ ان کی زیارت کے لئے آتے۔ کچھ لوگ بیعت بھی کرتے۔ مجھے بھی سیدی و مرشدی حضرت الحاج پیر سید علی حسین شاہ نقش لاثانی رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کا شرف ان ہی کے گھر میں حاصل ہوا تھا۔ خالہ صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا ہمیں اپنے بچوں کی طرح پیار کرتی تھیں۔ ہم بھی ان کے گھر کو اپنا گھر ہی سمجھتے۔

مفکر اسلام رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ رحمۃ اللہ علیہا کا انتقال پرملال 8 اکتوبر 1986ء کو ہوا۔ سعید احمد عامر اپنی کتاب "سیرت حضور مفکر اسلام قبلہ پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ" میں تاریخ وفات 8 اکتوبر 1982ء لکھتے ہیں۔ جو درست نہیں ہے۔ اصل میں ان کا وصال 1982ء کی بجائے 1986ء میں ہوا تھا۔ ان کے وصال کا گاؤں والوں کو بہت افسوس ہوا۔ وہ بہت اچھی تھیں اور ہم سب ان کی اغوش محبت میں پلے تھے۔ مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ کی قلمی لکھی ہوئی تحریر سے تاریخ وفات درج کی جاتی ہے۔

"8 اکتوبر 1986ء کو والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا تو جنازے، دسویں اور چالیسویں کو شمولیت کا شرف بخشا۔ (قلمی تحریر) (9)

حضرت پیر سید علی حسین نقش لاثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے جنازے، دسویں اور چالیسویں میں شرکت فرمائی۔ آپ کی والدہ ماجدہ کی قبر مبارک گورنمنٹ ہائی سکول پھگواڑی کے ساتھ ملحق قبرستان میں ہے۔ ان کی قبر پر 2020ء میں مزار شریف بنایا گیا۔

راقم الحروف اور مفکر اسلام رحمۃ اللہ علیہ کے گھروں کی پچھلی دیوار ایک ہی (سانجھی) ہے۔ میں جب نوکری کی تلاش کے لئے 1978ء میں لاہور گیا تو گھر پر والدہ محترمہ اکیلی رہ گئیں۔ ایک رات والدہ محترمہ کو گھر سے بڑا خوف آیا۔ والدہ صاحبہ نے رات کو گھر کی پچھلی دیوار میں سوراخ نکالنا شروع کر دیا۔ جناب پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا، ان کی ہمشیرہ صاحبہ اور ان کے بچے دوسرے کمرے میں سوئے ہوئے تھے۔ وہ حیران تھے کہ یہ آہستہ آہستہ ٹھک ٹھک کی آواز کہاں سے آرہی ہے۔ کچھ دیر بعد والدہ محترمہ نے آواز دی تو وہ حیران رہ گئیں کہ یہ آواز کدھر سے آرہی ہے۔ دوسرے کمرے سے اس کمرے میں آگئی اور پوچھنے لگی کہ کیا بات ہے والدہ نے بتایا مجھے ڈر لگ رہا تھا اس لئے میں نے دیوار میں سوراخ نکال لیا ہے تاکہ رونق ہو جائے۔ وہ بہت خوش ہوئیں اور پھر اکثر وہ اسی کمرے میں سوتی تھیں۔ اور رات کو دیر تک آپس میں باتیں کرتی رہتیں۔ والدہ صاحبہ اطمینان سے سو جاتی۔ جناب مفکر اسلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ اور میری والدہ محترمہ زندگی میں ہمسائی تھیں اور ان کی قبریں بھی قریب قریب ہی ہیں۔

اسلام اور بنیادی انسانی حقوق

صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسے ذہنی مرعوبیت کہیئے، احساس کمتری سمجھئے یا فیشن کا نام دے لیجیے بہرحال ہمارے ہاں یہ روش ایک عرصے سے چل نکلی ہے کہ کوئی مسئلہ ہو، اصطلاح ہو یا کوئی حوالہ اور جملہ، جو مغرب سے ہمارے ہاں پہنچے ہم اسے فوراً حرز جاں اور وردِ زباں بنا لیتے ہیں، اور یوں محسوس کرتے ہیں کہ گویا یہ ایک الہام ہے جسے نقل کرنا، جس کی پیروی کرنا اور جسے عام کرنا ہمارے بنیادی فرائض میں شامل ہے۔ اس کے باوجود ہم سینہ پھلا کر کہتے ہیں کہ ہم آزاد ہیں' ۴۷ء کے بعد صرف ہمارے حکمران بدلے ہیں اذہان میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ ہمارے بالائی طبقوں اور لٹریری حلقوں کے مزاج و نفسیات پر آج بھی پوری طرح مغرب چھایا ہوا ہے۔ ہماری رولنگ کلاس بین الاقوامی مارکیٹ میں مغربی مفادات کی دلال، بالائی طبقات یورپی فیشن کی نقالی اور لٹریری سرکل مغربی خیالات کی جگالی کرتا ہے، آخری حلقے یعنی دانشوروں میں بہت کم ایسے لوگ ہیں جو فکری طور پر اقبال کی طرح اپنے دینی ورثے، تاریخی اثاثے اور تہذیبی سرمائے پر فخر کرتے ہوں، ہمارا یہ رویہ بہرحال قابل رشک اور اعتماد افزا نہیں۔

مغرب نے ریاست اور کلیسا کو الگ کیا تو ہم نے فوراً دین اور سیاست کی جدائی کا راگ الاپنا شروع کر دیا، مغرب نے آزادی نسواں کی بات کی تو ہم نے بلا توقف اپنے تہذیبی و خاندانی ڈھانچے پر تیشہ چلانا شروع کر دیا۔ مغرب نے سودی معیشت کو فروغ دیا تو ہم نے قرآن و حدیث سے ایسی معیشت کے حق میں دلائل فراہم کرنے شروع کر دیئے۔ مغرب نے اخلاق و اقدار کے نئے پیمانے گھڑے تو ہم فی الفور اپنی اخلاقیات کے سانچے توڑنے پر آ گئے۔ حد یہ کہ الفاظ و محاورات اور اصطلاحات تک ہم مغرب کے ذہنی گداگر بن گئے۔ مثال کے طور پر مشہور فرانسیسی مفکر نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''سوشل کنٹریکٹ'' یعنی معاہدہ عمرانی میں ایک جملہ لکھا: ''انسان آزاد پیدا ہوا تھا مگر وہ ہر جگہ زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے''

بس یہ فقرہ ہمارے ارباب دانش اور روشن خیال لوگوں کے لئے ایک الہامی کلام بن گیا۔ نہ جانے یہ جملہ کتنی بار کہاں کہاں نقل کیا گیا، اسے مجموعہ اقوال زریں میں سرفہرست رکھا گیا، اس ایک فقرے سے کتنی تحریروں کا آغاز کیا گیا اور کتنی تنظیموں نے اسے اپنا ''ماٹو'' قرار دیا۔ یہ جملہ ۱۷۵۰ء میں روسو کی زبان اور قلم سے نکلا، لیکن جدید مفکرین کو یہ خیال نہ آیا کہ اس سے کہیں زیادہ بلیغ، فصیح اور پر اثر جملہ روسو سے تقریباً گیارہ سو سال قبل یعنی ۶۴۱ء کے لگ بھگ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس وقت ادا کیا تھا جب مصر کے گورنر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے نے ایک بار قبطی کو بلاوجہ مارا تھا آپ نے گورنر کے بیٹے کو سرعام کوڑے لگوائے اور ساتھ ہی گورنر کو غضب آلود نگاہوں سے دیکھتے ہوئے فرمایا:

''متی استعبدتم الناس وقد ولدتھم امھاتھم احرار''

تم نے کب سے لوگوں کو اپنا غلام بنانا شروع کیا ہے جبکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد جنا تھا

مجال ہے ہمارے (بظاہر) روشن خیال دانشوروں نے کسی بھی جگہ یہ جملہ نقل کیا ہو، ہر جگہ روسو کے جملے کی دھوم مچی ہوئی نظر آتی ہے۔ ہمیں روسو سے کوئی کد نہیں لیکن اس کا یہ جملہ بذات خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کا چربہ بلکہ سو فیصد ترجمہ ہے۔ کوئی انوکھا اور تخلیقی فقرہ نہیں۔ یہ مثال محض یہ واضح کرنے کیلئے دی گئی کہ ہم ہر واقعے کو مغرب کی آنکھ سے دیکھتے ہر خیال کو مغرب کے دماغ سے سوچتے۔ ہر جملے کو مغرب کے کان سے سنتے اور ہر حرف ولفظ کو مغرب کی زبان سے بولتے اور قلم سے نقل کرتے ہیں۔

چنانچہ آج جو پوری دنیا میں بنیادی انسانی حقوق کا چرچا ہے ہم ان حقوق کا پہلی بار شعور حاصل کرنے، پھر اس شعور کو عام کرنے اور ان کی بنیادی دستاویز لکھنے اور ان کی حفاظت اور نگہبانی کا سارا اخراج مغرب کو دیتے ہیں، گویا مغربی تہذیب کے فروغ اور غلبے سے پہلے اس روئے زمین پر نہ کوئی انسان رہتا تھا اور نہ اس کے کوئی حقوق تھے، ان حقوق کا علم وادراک اور ترتیب وشعور تو بعد کی بات ہے۔

اگر ہم روسو، ہیگل، کانٹ، نیٹشے، رسکن، سپنگر، فرائڈ وغیرہ کے بھاری بھرکم نام لے کر لوگوں پر رعب جمانے کے بجائے سنجیدگی اور متانت سے قرآن حکیم اور سیرت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا مطالعہ کرتے تو وہ سب کچھ آج ہمارے کاسۂ دماغ اور دامن فکر میں ہوتا جو ہم بھیک کے طور پر مغرب سے مانگتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

اصولاً اور عملاً اسلام اور اہل اسلام بنیادی انسانی حقوق کے شروع دن سے نہ صرف علمبردار بلکہ محافظ رہے ہیں۔ لیکن آج ان حقوق کی جملہ اجارہ داری مغرب کے نام لکھی جا چکی ہے اور مغرب اس مسئلے کو ہر اس قوم اور ملک کے خلاف ہتھیار کے طور پر استعمال کرتا ہے، جہاں اس کے سیاسی اور معاشی مفادات خطرے میں ہوں، اگر کسی جگہ ایسا نہ ہو تو اس کے نزدیک کہاں کے انسان اور کہاں کے حقوق، راوی ہر طرف چین ہی چین لکھتا ہے، خطہ فلسطین ہو یا وادی کشمیر، شیشان کے پہاڑ ہوں یا بوسنیا کا برف پوش علاقہ، وہاں مغرب کا نیا چہرہ سامنے آتا ہے۔

مغرب کے اسی فکری وعملی تضاد کے باعث بنیادی انسانی حقوق کا شور اور چرچا جس قدر بڑھ رہا ہے ان حقوق کی پامالی بھی اسی رفتار سے روز افزوں ہے، اس کا جوہری سبب اس قوت نافذہ کی کمی اور شعور کے نہج کا فقدان ہے جو انسان کے بنیادی حقوق کی حفاظت کو یقینی بنا سکتا ہے۔

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جس زمانے میں یورپ انسان اور حیوان کے فرق سے ناآشنا تھا، یورپ میں باقاعدہ اکھاڑے لگتے تھے اور زندہ انسانوں پر بھوکے درندے چھوڑے جاتے تھے۔ بات بات پر زبان تالو تک سے کھینچی جاتی تھی۔ ہتھوڑوں سے انسانی جبڑے توڑے جاتے تھے، انسانی جسم پر تارکول مل کر اسے آگ دکھائی جاتی تھی اور انسان کو سزا کے طور پر برف زاروں میں منجمد کر دیا جاتا تھا، اسی زمانے میں اسلام نے بنیادی انسانی حقوق کا نہ صرف تصور دیا، بلکہ اسے ایک الٰہی اور الہامی ضابطے کے طور پر پیش کیا اور پہلی بار رعایا اور حاکم کے بنیادی حقوق کے درمیان فرق کو عملاً منسوخ کر دیا اور ولقد کرمنا بنی ادم (اور بلاشبہ ہم نے انسان کو تکریم بخشی)، نیز لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم (بے شک ہم نے انسان کو بہترین قالب میں ڈھالا) جیسے انقلابی اور انسانیت نواز افکار سے روشناس کرایا۔

مغرب کے ہاں بنیادی انسانی حقوق کا سارے کا سارا سرمایہ اور ماخذ و سرچشمہ کنگ جان (King Jhon) کا وہ "میگنا کارٹا" ہے جسے والیٹر نے حالات کے خاص پس منظر میں "منشور آزادی" قرار دیا اور واقعہ یہ ہے کہ جو کچھ عہد تاریک میں برطانیہ، فرانس، جرمنی وغیرہ مغربی ممالک میں انسانوں کے ساتھ سیاسی وسماجی اور معاشی سلوک ہوتا رہا اس اعتبار سے اس "میگنا کارٹا" کی بہت بڑی اہمیت ہے اور اہل اسلام اس سے قطعاً منکر نہیں۔

اگر چہ "میگنا کارٹا" کے مندرجات میں عوام کے حقوق کا واضح شعور اور تحفظ موجود نہیں بلکہ اس دستاویز کی حیثیت دراصل یورپی امراء (Barons) اور بادشاہ کے درمیان ایک بقائے باہمی کے معاہدے کی ہے، پھر بھی جس کے ماحول میں اسے باد بہاری کا جھونکا نہ سہی لو کا تھپیڑا قرار دیا جاسکتا ہے جس سے گھٹن میں خاصی کمی آئی۔ یہ میگنا کارٹا ۱۲۱۵ء کو جاری ہوا، اس کے بعد اہل مغرب نے بڑے وقفے کے بعد ایک سماجی زقند لگائی۔ ٹام پین (Tom Paine) نے ایک پمفلٹ (حقوق انسانی) کے نام سے شائع کیا اس پمفلٹ نے بہرحال مغربی دنیا کے جمود زدہ ماحول میں زبردست ارتعاش پیدا کیا، یہ ۱۷۳۷ء سے ۱۸۰۹ء کے درمیانے عرصے کی بات ہے۔

اگلے مرحلے میں انقلاب فرانس کے بطن سے انسانی حقوق کا شعور جنم لیتا ہے "منشور حقوق انسانی" نامی دستاویز ۱۷۸۹ء میں اشاعت پذیر ہوتی ہے، اس دستاویز کی ترتیب کا محرک روسو کا "معاہدہ عمرانی" بنا۔ اس کے ذریعے حقوق انسانی کا شعور نسبتاً زیادہ واضح شکل میں سامنے آیا، سماجی تاریخ نے اپنا سفر جاری رکھتے ہوئے، بالآخر ۱۹۴۸ء میں وہ چارٹر دنیا کو دیا جسے آج حقوق انسانی کی مستند، مفصل، جامع اور واضح دستاویز کا درجہ حاصل ہے۔ یہ دستاویز اقوام متحدہ کے ذریعے سامنے آگئی، بلاشبہ یہ دستاویز بہت اہم اور دوررس ہے، اور عصر حاضر میں بنیادی انسانی حقوق اجاگر کرنے میں اس کا مثبت کردار ہے۔

یہ دستاویز تیس دفعات پر مشتمل ہے، یہاں مقصود ہر دفعہ کی تنقیح اور تائید و تردید نہیں تاہم قابل ذکر نکات یہ ہیں۔

(۱):۔ ہر انسان کا وقار و حقوق میں مساوی حیثیت کا حامل ہونا۔ (۲):۔ نسل، رنگ، زبان، وطن، جنس اور مذہب کے حوالے سے ہر نوع کے امتیاز کی نفی۔ (۳):۔ غلامی کا خاتمہ۔ (۴):۔ زندہ اور آزاد رہنے کا حق۔ (۵): قانون کی نظر میں مساوات۔ (۶):۔ نجی اور گھریلو زندگی کی ضمانت۔ (۷):۔ حصول شہریت کا حق۔ (۸):۔ عائلی زندگی کی آزادی۔ (۹):۔ جائیداد کا تحفظ۔ (۱۰):۔ اظہار رائے اور عقیدے کی آزادی۔ (۱۱):۔ اجتماع اور تنظیم کا حق۔ (۱۲):۔ ثبوت جرم کے بغیر سزا کی نفی۔ (۱۳):۔ نقل مکانی کی اجازت۔ (۱۴):۔ ٹریڈ یونین ازم وغیرہ۔

اس قدر جامع اور مفصل دستاویز اور اس پر درجنوں ممالک کے دستخط ہونے کے باوجود برسوں کا مشاہدہ یہ بتاتا ہے کہ اقوام متحدہ کا چارٹر وہ مقاصد حاصل نہیں کرسکا جو اسے مطلوب تھے، اس کے کیا اسباب ہیں؟ یہ ہم آگے چل کر بتائیں گے۔ اس موقع پر ایک نظر اسلام کے عطا کردہ بنیادی انسانی حقوق پر ڈالی جائے، آج جس اسلام کو سب سے زیادہ "رجعت پسند" اور "جنگ جو" ثابت کیا جارہا ہے، اس اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اور صحیفۂ اسلام (قرآن مجید) نے سب سے پہلے بڑی صراحت اور وضاحت کے ساتھ ان حقوق کا ذکر کیا، جامع تصور دیا اور انہیں نافذ کر کے دکھایا۔

یہ بات ذہن میں رہے کہ یہ حقوق اس وقت دنیا کو عطا ہوئے جب یورپ تو مکمل اندھیرے میں تھا ہی، ایران و روم جیسی روشن خیال ریاستیں بھی ان حقوق سے نا آشنائے محض تھیں۔ بلکہ ان کے ہاں انسان مستقل طور پر تین خانوں میں بٹے ہوئے تھے۔ اعلیٰ، اوسط اور ادنیٰ۔ اعلیٰ درجے کے لوگ شاہی خاندان کے افراد تھے، متوسط طبقہ امراء کا تھا اور ادنیٰ مخلوق کا نام رعایا تھا۔ شاہی خاندان خدائی تحفظات رکھتا تھا، امراء کے لئے بے پناہ مراعات تھیں اور رعایا کے مقسوم میں کوڑے، رسوائی، توہین، ذلت، غلامی اور تعزیر۔

اسلام کے دیئے ہوئے بنیادی انسانی حقوق کا تصور اور خاکہ قرآن و سنت دونوں میں موجود ہے اور ان دونوں سرچشموں میں اتنی صراحت اور تفصیل ہے کہ جب ہم اقوام متحدہ کا چارٹر پڑھتے ہیں تو وہ قرآن و حدیث کا ترجمہ معلوم ہوتا ہے۔ اگر کوئی اسے زیادہ ہی ''مذہبی عقیدت'' اور ''دینی جوش'' کا نام دے تو کم از کم ادبی زبان میں اسے ''توارد'' ضرور کہا جا سکتا ہے یعنی ایک ہی خیال کا دو مختلف مصادر سے ابھرنا۔

ویسے بھی یہ کیوں کر ممکن ہے کہ اسلام ایک منظم ریاست تشکیل دے، عدل و تقویٰ پر اسے استوار کرے اور اجتماعی فلاح کے حوالے سے اپنا نظام چلائے اور پھر انسان کے بنیادی حقوق سے صرف نظر کرے؟ چنانچہ اسلام نے ایسا نہیں کیا، بہت سی تفصیلات سے گریز کرتے ہوئے ہم ان بنیادی حقوق کا تذکرہ کرتے ہیں جو قرآن مجید میں درج ہیں اور نص قطعی کا درجہ رکھتے ہیں، جن آیات میں ان حقوق کا ذکر ہے کسی مفسر کے استنباط کا نتیجہ نہیں بلکہ صریحاً وہ حقوق موجود ہیں جن کا تحفظ مطلوب ہے۔ رازی و زمخشری کو درمیان میں لائے بغیر ہر وہ شخص جو محض قرآن مجید کو ناظرہ پڑھ اور اس کا ترجمہ دیکھ سکتا ہے، خود ہی اس نتیجے پر پہنچے گا کہ یہ آیات محض وعظ و تلقین اور حصول ثواب کے لئے نہیں اتریں بلکہ ان کا ماحاصل اور مدعا انسان کو اس کے بنیادی حقوق سے آگاہ کرنا اور ریاست کو ان حقوق کی ادائیگی کا پابند بنانا ہے۔

تحفظ جان: جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے (یعنی قصاص) یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کیا اور جس نے کسی کی جان بچائی اس نے گویا تمام انسانوں کی زندگی بچالی" (المائدہ:۳۲)

علاوہ ازیں قرآن مجید میں اور متعدد آیات موجود ہیں جن میں قتل و ہلاکت کی ہر شکل کو ناجائز قرار دیا گیا۔

تحفظ ملکیت: ''اور تم باطل طریقے سے ایک دوسرے کا مال نہ کھاؤ'' (البقرہ،۱۸۸)

تحفظ ناموس: ''اے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) مومن مردوں سے کہو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ اور مومن عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں'' (النور:۳۱)

تحفظ چار دیواری: ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو جب تک کہ گھر والوں کی رضا نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ بھیج لو'' (النور:۲۷)

شخصی آزادی: کسی کو یہ زیب نہیں دیتا کہ اللہ اس کو کتاب اور حکم اور نبوت عطا کرے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کی بجائے تم میرے غلام بن جاؤ'' (آل عمران:۷۹)

تحفظ عقیدہ و ضمیر: ''دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں صحیح اور غلط کی چھانٹی کر دی گئی ہے'' (البقرہ:۲۵۶)

حق مساوات: ''اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور برادریاں بنادیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو اللہ کے نزدیک معزز صرف پرہیزگار ہیں'' (الحجرات: ۱۳)

حصول انصاف: ''اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل قائم کروں'' (الشوریٰ: ۱۵)

بے لاگ عدل: ''کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کردے کہ انصاف سے پھر جاؤ عدل کرو'' (المائدہ: ۸)

تحفظ حاصل محنت: ''انسانوں کے لئے کچھ نہیں مگر وہ جس کی اس نے سعی کی'' (النجم: ۳۹)

سیاسی زندگی میں شرکت کا حق: ''اور مسلمانوں کا کام آپس میں مشورے سے چلتا ہے'' (الشوریٰ: ۳)

''تم میں ایک گروہ ضرور ایسا ہونا چاہیے جو نیکی کی طرف بلائے، بھلائی کا حکم دے اور برائی سے روکے'' (آل عمران: ۱۰۴)

کفالت کا حق: ''اور ان کے مال میں سائل اور محروم کا ایک حق مقرر ہے''۔ (الذاریات: ۱۹)

آزادی تقریر و تحریر: ''اگر تم نے لگی لپٹی بات کہی یا سچائی سے پہلو بچایا تو جان لو جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر ہے'' (النساء: ۱۳۵)

ثبوت کے بغیر مواخذے سے تحفظ کا حق: ''بدگمانی کرنے سے بچو بعض گمان بجائے خود گناہ ہے اور خواہ مخواہ تجسس نہ کرو''۔ (الحجرات: ۴۹)

مذہبی دل آزاری سے تحفظ کا حق: ان کو برا بھلا نہ کہو جنہیں یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں، پس وہ جہالت کے باعث اللہ کو برا بھلا کہیں گے'' (الانعام ۱۰۹)

ان تصریحات کے بعد یہ کہنے کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے کہ الہامی مذاہب، پوجا پاٹ، رسوم و شعائر اور عبادت و ریاضت کے طریقے بتاتے ہیں جبکہ امور دنیا کی ادائیگی کے لئے انسان خود ہی ضابطہ کار طے کریں نیز مذہب خدا اور بندے کے درمیان ایک پرائیویٹ تعلق کا نام ہے۔ اس کا معاشرتی زندگی، امور ریاست اور سیاست سے کیا واسطہ؟

مغرب نے انسانی حقوق کے حوالے سے جتنا بھی سفر کیا ہے وہ اس لئے رائیگاں جا رہا ہے کہ اس نے انسان کے حقوق واضح تو کر دیئے مگر انہیں دوسروں پر عائد اور نافذ کون کرے؟

یہاں ایک بہت بڑا خلاء ہے جسے کم از کم موجودہ سیکولر اور خودسر مغرب پورا نہیں کر سکتا۔ وہ یہ کہ انسان کبھی اپنے جیسے انسان کے حقوق کی نگہبانی نہیں کر سکتا، اس لئے کہ قدم قدم پر انسانی مفادات ٹکراتے ہیں، غلاموں کے جو مفادات اور حقوق ہیں وہ آقاؤں کے خلاف جاتے ہیں۔ آقا کیوں کر ان کا لحاظ کرے گا؟ نسلی تفاخر میں مبتلا قومیں کیسے دوسری قوموں کے بنیادی حقوق کی پاسداری کر سکتی ہیں؟ مغرب والے جنہوں نے صد ہا سال تک اہل مشرق کو غلام بنائے رکھا وہ انہیں بنیادی حقوق کس خوشی میں دیں گے؟ سرمایہ دار اپنے مزدور اور جاگیردار اپنے مزارع کے بنیادی حقوق کس طرح تسلیم کر سکتا ہے؟

ان بنیادی انسانی حقوق کی ضمانت صرف وہ دین، مذہب یا ضابطہ حیات دے سکتا ہے جو اپنے پیروکاروں کی جماعت ان خطوط پر استوار کرتا ہے کہ اس زندگی کے بعد ایک دوسری زندگی ہے۔ آنے والی زندگی میں موجود زندگی کے ہر عمل کا حساب لیا جائے گا، انسان اپنی

حیات اور موت کا مالک ومختار نہیں بلکہ اس کی زندگی اور موت ایک برتر ہستی یعنی اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔اللہ نے انسان کو ایک ہی قالب میں ڈھالا، نسل، وطن، رنگ، زبان جیسے امتیازات بے معنی ہیں۔کوئی انسان دوسرے انسان کا حاکم، مولا، کارساز، رازق، خالق، مالک نہیں۔سبھی انسان خدا کے بندے ہیں، اسلام نے یہی تصور حیات اپنے ماننے والوں کو عطا کیا۔چنانچہ جب اس نے بنیادی انسانی حقوق کا چارٹر مرتب کیا تو یہ چارٹر فرد کا فرد کے درمیان اور ریاست کا امراء کے درمیان، یا حکومت کا رعایا کے درمیان اور یا مختلف حکومتوں، ملکوں اور قوموں کا دوسری قوموں کے درمیان معاہدہ نہیں بلکہ یہ الٰہی حقوق ہیں جن پر عمل کرنا ہر انسان پر واجب ہے، اس میں کسی شاہ و گدا کی اور پیغمبر و امتی کی تخصیص نہیں۔اس تصور حقوق کے پس منظر میں صاف نظر آتا ہے کہ انسان اپنے جیسے انسان کے بنیادی حقوق کو تسلیم اور اسے ادا نہیں کررہا ہوتا بلکہ وہ خدا کے حقوق پورے کررہا ہوتا ہے جو اللہ کی طرف سے اپنے بندے پر عائد کیے گئے ہیں۔

لیکن وہ معاشرہ جو اپنے امور زندگی میں خودمختاری کے شوق میں مبتلا ہو جیسا کہ مغرب ہے وہاں اور اس کا سفارشات کی بناء پر دوسرے معاشروں میں انسان کے بنیادی حقوق کاغذوں میں تو محفوظ رہ سکتے ہیں، کارگاہ عمل میں ہرگز نہیں، اسی کا نتیجہ آج ہم دیکھ رہے ہیں، اہل مغرب اور مغرب کے "فکری مرید" یہ کہتے ہیں کہ جب کوئی بات یورپ سے اٹھتی ہے اس وقت اسلامی دانشوروں اور علماء کو یاد آتا ہے کہ قرآن میں تو یہ بات پہلے آچکی ہے، اسلام تو اس بارے میں یہ ہدایت پہلے دے چکا ہے اور سنت میں تو اس کا ذکر پہلے سے موجود ہے۔یہ اعتراض کسی حد تک درست ہے، لیکن اتنا بھی نہیں کہ شرم کے مارے سر جھکالیا جائے۔

بات یہ ہے کہ اہل اسلام مغرب کو پڑھا لکھا سمجھتے ہیں اور اس کی دیانت و امانت کے چرچے سے متاثر ہوتے ہیں وہ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ مغرب اسلامی تعلیمات، قرآنی احکام اور دینی لٹریچر سے اتنا نابلد نہیں ہوگا، وہ یہ نہیں کرے گا کہ ایک بات واضح اور ظاہر ہے پھر بھی ڈنڈی مارنے سے کام لے لیکن جب مغرب اور اس کے ذہنی غلاموں کی تان اس پر آکر ٹوٹتی ہے کہ مذہب چلا ہوا کارتوس ہے، دین از کار رفتہ چیز ہے، اسلام کو عصر حاضر کے مطابق ڈھالنے کی ضرورت ہے، زندگی کے تمام شعبوں میں مغرب سے رہنمائی حاصل کرنی چاہیے وغیرہ تو پھر ضرورت پیش آجاتی ہے کہ ہر قدم پر انہیں بتلایا جائے کہ یہ بات جو تم کررہے ہو کوئی نئی اور انوکھی نہیں بلکہ جگالی کررہے ہو، یہ سب کچھ صدیوں پہلے ہو چکا ہے یا تو تمہیں پتہ اب چلا ہے یا پھر کتمان حق کا مظاہرہ کرتے ہو۔اوپر جن آیات کے حوالے دیے گئے ہیں، ظاہر ہے وہ بھی قرآن مجید میں موجود ہیں کسی اسلامی مفکر اور دینی عالم نے آج یا اس سے کچھ عرصہ پہلے قرآن مجید میں داخل نہیں کیں، لیکن آج جو اقوام متحدہ کے چارٹر کو آسمانی صحیفہ اور الہامی دستاویز قرار دے کر پوری دنیا کو سر پر اٹھالیا گیا ہے تو ایسے موقع پر صورت واقعہ کو واضح کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ان آیات کے علاوہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا خطبہ حجۃ الوداع بنیادی انسانی حقوق کے حوالے سے حرف آخر کا درجہ رکھتا ہے۔اب قیامت تک کوئی فلاسفر اور مفکر اس کی تشریح تو کرسکتا ہے اضافہ ہرگز نہیں کرسکے گا۔

آج مغرب کو جس دانش پر بڑا ناز ہے اور دانش کی اس ترنگ میں وہ ارادہ و شعور بخشنے والے خدا کو بھی بھول بیٹھا ہے اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اس کا صدیوں کا اجتماعی شعور اب بھی اس کا محتاج ہے کہ وہ نبوت کے نور سے اخذ فیض کرے، تبھی جوہر آدمیت کو آب اور شعور انسانیت کو تاب نصیب ہوگی۔

"امت واحدہ کانفرنس" بر موقع
عرس حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی رحمتہ اللہ علیہ

اللہ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی پیروی ہی امت واحدہ کے اہداف کے حصول میں مرکزی حیثیت رکھتی ہے۔ فروعی اختلافات سے بالا تر ہو کر شریعت مطہرہ کی پابندی سے امت واحدہ پر کاربند ہونے میں ہی دنیوی اور اخروی نجات ہے۔ ان خیالات کا اظہار پیر سید کرامت علی حسین شاہ سجادہ نشین علی پور سیداں نے بانی شیران اسلام پاکستان کے عرس کے موقع پر منعقدہ عظیم الشان "امت واحدہ کانفرنس" سے کیا۔

اس موقع پر اظہار خیال کرتے ہوئے علامہ حیدر علوی نائب امیر "شیران اسلام پاکستان" نے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ دراصل امت مسلمہ کے اتحاد کا ضامن ہے اور فرقہ واریت کا حل بھی اس میں مضمر ہے۔ عالم کفر باہم متحد ہو چکا۔ اتحاد امت کے لیے ہر فورم پر آواز بلند کریں گے۔ انہوں نے مزید کہا کہ اس دور پر فتن میں دین حنیف کے جھنڈے تلے متحد ہو کر دعوت اسلام لے کر اٹھنے کا سنہری موقع ہے تا کہ دین اسلام ایک بار پھر اپنا عروج حاصل کر سکے۔

اس موقع پر پروفیسر عرفان محمود برق چیئر مین شعبہ ختم نبوت شیران اسلام پاکستان نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ دعوت وتبلیغ کے ذریعے اب تک 600 سے زائد قادیانی خاندان مسلمان ہو چکے ہیں اور میری کتاب پڑھ کر ہزاروں قادیانی مسلمان ہو چکے ہیں۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ دعوت اسلام کے لیے ہمیں ہراول دستہ کا کام کرنا ہوگا۔ انہوں نے مزید کہا کہ "شیران اسلام پاکستان" میں شعبہ تالیف قلب پر کام شروع کر دیا ہے بہت جلد یہ شعبہ اپنا کام شروع کر دے گا۔

اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے پروفیسر حسیب احمد نظیری امیر آزاد کشمیر نے کہا کہ اس دور پر فتن میں دین حنیف کے جھنڈے تلے متحد ہو کر دعوت اسلام لے کر اٹھنے کا سنہری موقع ہے تا کہ دین اسلام ایک بار پھر اپنا عروج حاصل کر سکیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ امت واحدہ کے تصور کو مضبوط بنانے کے لیے مقبوضہ کشمیر کا پر امن حل بہت ضروری ہے۔ مودی کی ظالم حکومت نے مسلمانوں کا جینا دشوار کر دیا ہے۔ بحیثیت امت ہمیں بیدار ہونا ہوگا اور ایک ہونا ہوگا۔

اس موقع پر قاری خالد محمود نقشبندی صاحب نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ امت مسلمہ ہی واحد امت ہے۔ جس اللہ نے بطور امت پسند کیا۔ انہوں نے مزید کہا کہ حضور مفکر اسلام رحمتہ اللہ علیہ نے ساری زندگی اعلائے کلمتہ اللہ کے لیے گزاری۔ اس موقع پر مرکزی خطاب کرتے ہوئے علامہ نور المصطفیٰ رضوی نے کہا کہ حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی رحمتہ اللہ علیہ حقیقت میں توحید اور محبوبان کمالات کے عملی تصویر تھے۔ وہ ایک ہمہ جہت شخصیت تھے اور اسلام کو درپیش ہر فتنے کا تعاقب کیا۔ عظمت رسالت اور تحفظ ختم نبوت کے لیے ہمیشہ مضطرب رہتے اور اس سلسلہ میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ فنافی الشیخ کی مثال کی حالیہ دور میں ان سے بہتر کوئی مثال نہیں ملتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں اور ہم آخری امت ہیں۔ امت مسلمہ ہی اللہ کا رنگ ہے اور یہی امت واحدہ ہے۔

شیران اسلام پاکستان کے زیر اہتمام منعقدہ ملک گیر "امت واحدہ کانفرنس" میں چاروں صوبوں بشمول آزاد کشمیر سے تنظیمی کارکنان اور عہدیداران سمیت علماء ومشائخ، پروفیسرز، ڈاکٹرز، وکلاء اور معاشرے کے جملہ طبقات فکر کے نمائندگان نے بھرپور شرکت کی۔ آخر میں مرکزی امیر حافظ محمد اظہر نعیم نے قرارداد پیش کی جس میں حالیہ بے حیائی، فحاشی، عریانی اور مقدسات اسلام کی توہین پرمبنی عورت مارچ کی بھرپور مذمت کی گئی اور حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ اس لغو اور مخرب الاخلاق عورت مارچ میں شریک تمام این جی اوز کے خلاف انضباطی کارروائی عمل میں لائی جائے مزید ان کے فنانشل ایکشن ٹاسک فورس کے تحت مالی معاملات کی تحقیقات بھی کی جائیں تا کہ قوم وملت کو معلوم ہو سکے کی اس بیہودہ مارچ کے پس پردہ کون سی ملکی اور غیر ملکی طاقتیں ہیں۔ اس قرارداد کو متفقہ طور پر منظور کیا گیا۔

Monthly Mujjalah
AL-HAQIQA
Reg No: C.P.L.208
April 2021